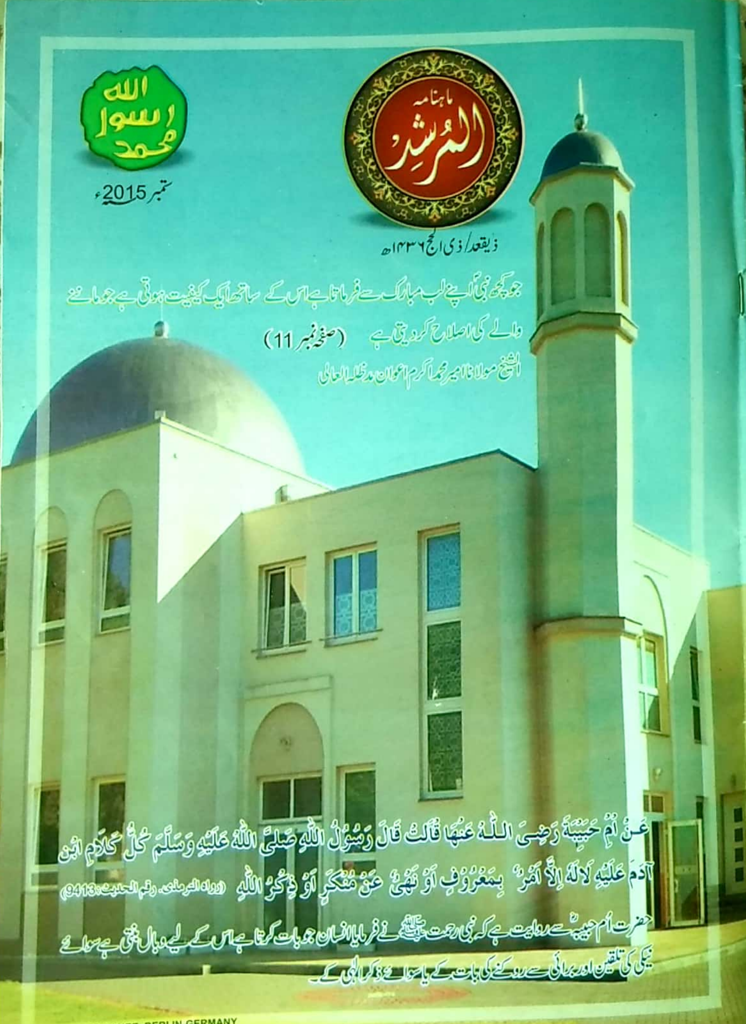

ماہنامہ

المُرشِد

ذیقعد/ذی الحج ۱۴۳۶ھ

ستمبر 2015ء

اللہ
رسول
محمد

جو کچھ نبی اپنے لب مبارک سے فرماتا ہے اس کے ساتھ ایک کیفیت ہوتی ہے جو ماننے والے کی اصلاح کر دیتی ہے (صفحہ نمبر 11)

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

عَنْ اُمِّ حَبِیْبَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ کَلَامِ ابْنِ آدَمَ عَلَیْہِ لَا لَہٗ اِلَّا اَمْرٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نَھْیٌ عَنْ مُنْکَرٍ اَوْ ذِکْرُ اللّٰہِ (رواہ الترمذی۔ رقم الحدیث: 9413)

حضرت اُم حبیبہؓ سے روایت ہے کہ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا انسان جو بات کرتا ہے اس کے لیے وبال بنتی ہے سوائے نیکی کی تلقین اور برائی سے روکنے کی بات کے یا سوائے ذکر الٰہی کے۔

KHADIJA MOSCHEE, BERLIN-GERMANY

تصوف

تصوف کیا ہے

قرآن کریم کی سورۃ المطففین میں ارشاد ہوتا ہے دیکھو بلکہ ان کے کردار کا زنگ ان کے دلوں پر بیٹھ گیا ہے۔ بے شک یہ لوگ اس روز اپنے پروردگار کے دیدار سے اوٹ میں ہوں گے آیات۔ (14,15)

ان آیات مبارکہ نے واضح کر دیا کہ کردار کا اثر قلب پر مرتب ہوتا ہے اور بدکرداری انسان کے قلب کو گہنا دیتی ہے جس سے اس کے حواس متاثر ہوتے ہیں۔

انسانی قلب دیکھنے سننے، اور سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور اس کی صحت مندی کو اطمینان کہا جاتا ہے۔ ایک مطمئن قلب اللہ کے جمال کو دیکھتا ہے، کلام کو سنتا ہے اور اللہ کی عظمت کو پہچان کر اس کی رضا پانے کے لیے صحیح فیصلے کرتا ہے۔۔ دلوں پر زنگ آنے سے انسان شرف انسانیت سے گر جاتا ہے۔

جنت کے اعلیٰ ترین انعامات اور نعمتیں ان لوگوں کے لیے آراستہ کی گئی ہیں جن کو دیدار باری نصیب ہوتا ہے یعنی اہل جنت کی تمام تر ناز برداریاں اس لیے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں دیدار باری سے نوازا جائے گا۔ سمجھنے کی بات یہ ہے کہ وہ آنکھ سلامت لے جانا، دنیا میں رہتے بستے قلب سلیم لے جانا ہماری ذمہ داری ہے۔ مندرجہ بالا آیات اسی خطرے کی نشاندہی کر رہی ہیں کہ زنگ آلود قلب لے کر آؤ گے تو پروردگار کے جمال سے محروم رہ جاؤ گے۔ تصوف اسی قلب کی آنکھ بینا کرنے اور روشن رکھنے کا فن ہے اور ذکر اللہ کے نور سے دلوں کو زندہ اور پاک کرنے کی سعی ہے۔ نبی کریم ﷺ کے قلب اطہر سے جاری وساری برکات کی ترسیل کے حصول کا نام تصوف ہے۔ آپ ﷺ کے کامل تبعین کے روشن سینے انہی برکات کے امین ہوتے ہیں جو طلب صادق رکھنے والے سالکین کے سینوں میں ان کو انڈیلتے ہیں۔ اس نور میں پھر وہ جمال باری کو دل کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور آخرت میں اتنا اعلی وارفع مقام پاتے ہیں کہ دیدارِ باری سے مشرف ہوتے ہیں۔

تصوف قلوب سے ہر طرح کی آلائش صاف کرنے کا شعبہ ہے جس کے نتیجے میں قلوب کی نورانی فطرت بحال ہو جاتی ہے اور وہ سلامت دنیا سے لوٹنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ المرشد

PS/CPL#15

تمبر 2015ء ، ذیقعد / ذوالحجہ 1436ھ

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خان مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

جلد نمبر 37 شمارہ نمبر 1

مدیر: محمد اجمل

معاون مدیرہ: آصفہ اکرم (اعزازی)

سرکولیشن منیجر: محمد اسلم شاہد

قیمت فی شمارہ: 40 روپے

بدل اشتراک

پاکستان 450 روپے سالانہ، 235 روپے ششماہی

بھارت / سری لنکا / بنگلہ دیش	1200 روپے
مشرقِ وسطیٰ کے ممالک	100 ریال
برطانیہ یورپ	35 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فار ایسٹ اور کینیڈا	60 امریکی ڈالر

فہرست

اسرار التنزیل سے اقتباس	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	3
اداریہ	صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان	4
طریقۂ ذکر		5
کلامِ شیخ	سیماب اویسی	6
اقوالِ شیخ	انتخاب	7
انسان کی تخلیق کا مقصد	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	8
مسائل السلوک	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	14
اکرم التفاسیر: (الشعراء-87 تا 104)	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	19
سوال و جواب	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	28
شرائط برائے مراقبات سالکین		32
ذکرِ خفی	محمود خالد بہاولپور	35
من الظلمٰت الی النور	پروفیسر محمد اسلم گوندل	39
خواتین کا صفحہ	ام فاران، راولپنڈی	42
بچوں کا صفحہ	ع خان، لاہور	44
مساعی جمیلہ	عبدالباسط، مرشد آباد	47
طب	حکیم عبدالماجد اعوان، سرگودھا	50
تکبر اور عجب کا علاج	امام غزالیؒ	51
Questions and Answers Translated Speech	Ameer Muhammad Akram Awan MZA	54
A LIFE ETERNAL CH:26-27	Abul Ahmadain Translated: Naseem Mailk	57

انتخاب جدید پریس لاہور 36309053-042 ناشر: عبدالقدیر اعوان

سرکولیشن ورابطہ آفس: ماہنامہ المرشد، 17 اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ، ٹاؤن شپ، لاہور
Ph:042-35180381, Email:monthlyalmurshed@gmail.com

مرکزی دفتر: دارالعرفان ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال۔ ویب سائٹ سلسلہ عالیہ www.oursheikh.org/info
Ph:0543-562200, FAX: 0543-562198 Email: darulirfan@gmail.com

ختم خریداری کی اطلاع

O یہاں اس دائرے میں اگر X کا نشان ہے تو اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہو گئی ہے۔

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے۔"

اچھوتے انداز اور منفرد طرزِ تحریر کی حامل
تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

ثُمَّ بَعَثۡنٰكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَوۡتِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ (البقرہ:56)

تمہیں ایسا موقع نصیب ہوا کہ تم شکر کرتے، اللہ کے احسانات یاد کر کے اس کے سامنے سر جھکا دیتے۔ مگر ہوا کیا کہ تمہیں حکم ملا جاؤ اور قوم عمالقہ سے، جو حضرت یعقوب علیہ اسلام کے چلے جانے کے بعد اس ملک پر قابض ہو گئے تھے اپنا وطن اصلی واپس لے لو، اور جہاد کا ثواب بھی لوٹو۔ یہ حضرات چلے مگر جب راہ میں عمالقہ کی قوت کا حال معلوم ہوا تو دل چھوڑ بیٹھے کہ موسیٰ! تو اور تیرا خدا لڑے ہم سے یہ مصیبت مول نہیں لی جا سکتی چنانچہ سب نے واپسی کی ٹھانی۔

اب جناب سارا دن چلتے اور رات ٹھہرتے مگر چالیس سال چلتے رہے اور وہیں کے وہیں۔ ایک بارہ کوس کی وادی میں پھنس کر رہ گئے جو مصر اور شام کے درمیان میں تھی۔ نہ وہاں پانی نہ خوراک، نہ سایہ نہ مکان، نہ لباس نہ دکان، لگے خراب ہونے پھر التجا کی موسیٰ! ہم ہلاک ہو جائیں گے۔ آپ نے پھر دعا کی تو اللہ نے تمام آسانیاں بخش دیں مگر چالیس برس تک اس میں بھٹکنا پڑا کسی طرف نکل نہ سکے۔

وَظَلَّلۡنَا عَلَيۡكُمُ الۡغَمَامَ وَاَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكُمُ الۡمَنَّ وَالسَّلۡوٰى ؕ كُلُوۡا مِنۡ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقۡنٰكُمۡ ؕ وَمَا ظَلَمُوۡنَا وَلٰكِنۡ كَانُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُوۡنَ (البقرہ:57)

یہ انہیں احسانات کو یاد فرمایا جا رہا ہے کہ دھوپ نکلتی تو تم پر بادل سایہ کر لیتے اور کھانے پینے کی فکر سے تمہیں یوں آزاد کیا کہ من وسلویٰ عطا فرمایا "من" ایک ترنجبین سی تھی جو رات کو جھاڑیوں پر خوب اکٹھی ہوتی اور صبح یہ حاصل کر لیتے۔ اور سلویٰ بٹیریں تھیں۔ جن کے ڈار آ جاتے اور ان سے بھاگتے نہ تھے یہ پکڑ کر ذبح کرتے اور کھاتے۔ حتیٰ کہ کپڑے نہ میلے ہوتے اور نہ پھٹتے بچوں کو جو کپڑے پہنا دیئے وہ جسم کے ساتھ بڑھتے رہتے۔ رات کی تاریکی کا تدارک ایک نوری روشنی سے کر دیا جاتا۔ غرضیکہ ان تمام تر ضروریات کو خرق عادت کے طور پر پورا کر دیا گیا۔ اور زندگی کی ضرورتوں سے بے نیاز ہو گئے مگر باوجود ان عنایات کے اللہ کی اطاعت پر قائم نہ رہ سکے اور لگے نافرمانیاں کرنے، ان کی یہ ناشکری اللہ کا تو کچھ بگاڑ نہ سکی مگر خود ان کے حق میں بہت بڑی مصیبت ہوئی کہ زوالِ نعمت کا سبب بن گئی جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

وَاِذۡ قُلۡنَا ادۡخُلُوۡا هٰذِهِ الۡقَرۡيَةَ فَكُلُوۡا مِنۡهَا حَيۡثُ شِئۡتُمۡ رَغَدًا وَّادۡخُلُوا الۡبَابَ سُجَّدًا وَّقُوۡلُوۡا حِطَّةٌ نَّغۡفِرۡ لَكُمۡ خَطٰيٰكُمۡ ؕ وَسَنَزِيۡدُ الۡمُحۡسِنِيۡنَ (البقرہ:58)

پھر وہ وقت یاد کرو جب ہم نے تمہیں ایک شہر پر غلبہ دیا اور حکم دیا کہ اس شہر میں داخل ہو جاؤ اور جو کچھ اس میں ہے تم پر حلال ہے مزے سے کھاؤ لیکن ایک بات یاد رہے کہ داخلے کے وقت سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا کہ تمہاری عجز اور ہماری عظمت ظاہر ہو نیز شکر ادا کرنے کا باعث ہو اور زبان سے حِطَّةٌ یعنی گزشتہ غلطیوں کی معافی مانگتے ہوئے بھی تو ہماری عنایات دیکھو کہ اتنے سے معمولی کام پر پچھلی تمام خطاؤں کی معافی کا وعدہ فرمایا۔

بلکہ سَنَزِيۡدُ الۡمُحۡسِنِيۡنَ جن میں جتنا خلوص یا خشوع زیادہ ہو گا ان کو معافی کے ساتھ انعامات اور قرب الٰہی نصیب ہو گا۔ احسان نام ہے خلوص قلب کا اور یہ کیفیت ہر دل کی جدا ہوتی ہے۔ تو جس قدر کسی کے دل میں رجوع الی اللہ کی کیفیت بڑھتی جائے گی اس پر دو عالم میں انعامات بھی بڑھتے جائیں گے مگر یہ تم تھے کہ اتنی سی بات پر بھی عمل نہ کر سکے اور تم سے بدکاروں نے الفاظ بدل دیئے۔

اداریہ

منشورِ اعظم

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ط

اوراللہ کا لوگوں پر حق ہے کہ جو اس (گھر) تک جانے کی استطاعت رکھے اُس گھر کا حج کرے۔

عالمِ خلق میں یہ استعداد نہیں کہ دیدارِ باری برداشت کر سکے اور مخلوقات کی زندگی کا انحصار سبحان ربی الاعلیٰ میں ہے مزید کرم یہ کہ نبی کریم ﷺ کے صدقے اللہ پاک نے بشریت کو اپنی عبادت کے لیے پسند فرمایا۔ باقی تمام عالمِ خلق مقررہ وقت تک کے لیے ہے۔ جب اللہ پاک کی یاد میں انقطاع آیا، وجود فنا ہو گیا، لیکن چونکہ تمام عالمِ خلق میں دیدارِ باری کی قوت نہیں تھی تو اس غفور الرحیم نے اتنا بڑا احسان فرمایا کہ وہ نقطہ جو عالمِ خلق کی ابتداء ہے، کو تجلیٔ ذاتی کا محور مقرر فرما دیا اور عالمِ خلق کے سنگ اس کی نشاندہی کر رہے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام تک بیت اللہ شریف کی تعمیر وانہدام کے واقعات بہت مبہم ہیں جبکہ حضرت ابراہیمؑ سے نبی آخر زماں آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ کے زمانہ تک یہ واقعات کسی حد تک واضح ہیں۔

اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں پانچواں رکن حج بیت اللہ ہے۔ نبی کریمؐ نے ظہورِ اسلام سے لے کر دارِ دنیا سے پردہ فرمانے تک ایک حج ادا فرمایا جسے حجۃ الوداع کہتے ہیں۔ اس موقع پر آپؐ نے جو خطبہ ارشاد فرمایا وہ بنیادی انسانی حقوق کی ایسی اساس ہے کہ جب بھی انسانی معاشرے کی تعمیر ان اصولوں پر کی جائے گی، معاشرہ اپنی عظمتوں کی جھلک دے گا اور گزری صدیاں اس بات پر شاہد ہیں۔

"صدقے ان ہستیوں کے کہ جنہوں نے روبرو سماعت فرمایا 'یا ایہا الناس' 'اے لوگو!'"

انسانی جان ومال اور عزت وآبرو کا تحفظ، باہمی حقوق کا خیال، امانت کی ادائیگی، قرض کی واپسی اور جائیداد کا حق، سود کے خاتمے کا حکم، عزتِ نفس اور امیر کے حقوق، قصاص ودیت، رنگ ونسل سے بالاتر قانونی مساوات، عورتوں کا مقام اور غلاموں کے حقوق تک ارشاد ہیں۔

یہ ماہِ مبارک بھی ذی الحج کا ہے۔ وہی بیت اللہ شریف ہے۔ وہی منیٰ، عرفات اور مزدلفہ ہیں۔ بے شک رہتی دنیا تک طوافِ حج قائم رہے گا اور جب یہ طواف رکے گا تو عالمِ خلق کی بساط لپیٹ دی جائے گی۔ جگہیں وہی ہیں، اراکین وہی ہیں، طواف جاری ہے اور حیرت کی بات کہ تمام مذاہب کی نسبت مسلمان بھی زیادہ ہیں مگر ایسا معاشرہ نہیں ہے کہ جس میں بنیادی انسانی حقوق تو کجا انسانی جان ہی کا تحفظ ہو۔ تو پھر یقیناً یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دینِ اسلام رواجات کا نام نہیں بلکہ خلوصِ نیت سے اتباعِ محمد رسول اللہ ﷺ کا نام ہے۔ بے شک توحید کا حق، مخلوق سے توقعات وابستہ کر کے ادا نہ ہوگا۔ حرام کھا کے نماز قبول نہ ہوگی۔ احکام پورے کیے بغیر محض خالی پیٹ روزہ، روزہ نہ ہوگا۔ شان بڑھانے کو غرما میں مال تقسیم کرنا زکوٰۃ کی پاکیزگی میسر نہ کرے گا، سود کھا کر حج قبول نہ ہوگا اور جب دین رواجات کی نذر کر دیا جائے گا تو پھر امن معاشرے کیونکر تشکیل پائیں گے۔

آج ہم انسانی حقوق کے ضمن میں مغربی اقوام کی مثالیں دیتے نہیں تھکتے حالانکہ اگر جائزہ لیں تو چاہے 1037ء میں Conrad-II کے منشور سے 15 جون 1215ء کے Megna carta کے منشور تک آئیں یا 1689ء میں برطانوی پارلیمان کے Civil Rights Law کو دیکھیں، 1789ء میں فرانسیسی Declaration of the Rights of man and the citizen کے منشور کا مطالعہ کر لیں یا 1789ء میں ہی امریکی کانگریس میں پاس ہونے والا Bill of Rights دیکھ لیں تو سمجھ میں آتا ہے کہ مغرب نے اسلام کا مطالعہ ہم سے زیادہ کیا ہے اور وہ اصول ڈھونڈے ہیں جن پر نبی اکرم ﷺ نے پہلی اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی۔ مغربی قوانین کی تبدیلیاں اور انسانی حقوق کے قوانین یہ ثابت کرتے ہیں کہ خطبہ حجۃ الوداع ایک مسلمہ حقیقت ہے اور اسے جہاں اختیار کیا جائے گا وہاں کے حالات یہ گواہی دے دیں گے اور اگر ملک مسلمان بھی ہو لیکن ان سنہری اصولوں سے خالی ہو تو لوگ باہم دست وگریباں ہی ہوں گے۔

بات طے ہو چکی میرے مسلمان بہن بھائیو! ہمیں اپنے کردار وافکار کو دیکھنا ہوگا کیونکہ
اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ

صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان

ذکر کا فائدہ یہ ہے کہ بندے کو اپنے کچھ نہ ہونے اور اللہ کے سب کچھ ہونے کا احساس ہو جائے۔

ذاتِ باری کے معاملے میں اپنے نہ ہونے کا ادراک ہو جائے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں سب کچھ وہ ہے۔

شیخ المکرم مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

طریقہ ذکر

ذکر شروع کرنے سے پہلے یہ تسبیحات پڑھیں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ۝ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ ۝ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ۝ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ پھر ذکر شروع کردیں طریقہ نیچے درج ہے۔

دیئے گئے نقشے میں انسان کے سینے، ماتھے اور جسم پر لطائف کے مقامات بتائے گئے ہیں جن کا خیال کر کے ذکر کیا جاتا ہے۔

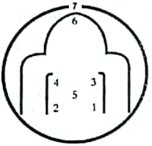

پہلا لطیفہ: بکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کی چوٹ قلب پر لگے۔ دوسرے لطیفے: کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اللہ دل میں اترے اور خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔

چھٹا لطیفہ: ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتواں لطیفہ: ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ کہ رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کی چوٹ عرش عظیم سے جا ٹکرائے۔

ذکر کے بعد دعا مانگیں اور آخر میں شجرہ سلسلہ عالیہ پڑھیں جو اگلے صفحہ پر درج ہے۔

شجرہ مبارک

سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

الٰہی بحرمتِ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الٰہی بحرمتِ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمتِ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ ابوایوب حضرت محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ سلطان العارفین حضرت خواجہ اللہ دین مدنی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت مولانا عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت قلزم فیوضات حضرت العلّام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ ختم خواجگان خاتمہ مَن وخاتمہ حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی بخیر گردان

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

کلامِ شیخ

شیخ المکرم شاعری فرماتے ہیں ان کے دو تخلص ہیں سیماب اور فقیر۔ شعری مجموعے درج ذیل ہیں۔

گردِ سفر	کون سی ایسی بات ہوئی ہے	نشان منزل
متاعِ فقیر	دل دروازہ	سوچ سمندر
آس جزیرہ		دیدہ تر

درج ذیل کلام ''دیدۂ تر'' سے لیا گیا ہے

نعت

کرتے رہے عشاق غمِ دل کا مداوا
اس دل نے بھی کیا خوب ترے درد کو پالا

کرتے ہیں شبِ تار ترے نام سے روشن
بنتی ہے تری یاد میرے دل کا اُجالا

مٹ جانا تھا ہم نے بھی غمِ دہر میں پس کر
کیا خوب غمِ عشق نے ہر آن سنبھالا

آجاؤ گھڑی بھر تو بنالوں گا میں تصویر
دھندلانے لگا دیکھ تری یاد میں ہالا

اس روز تجھے یاد ہے ویرانے میں ہم نے
کچھ دیر تو ہر درد کو کیا خوب تھا ٹالا

چُبھتے ہی رہے پاؤں سے ہم خار برابر
کس رہ پہ ترے عشق نے سیماب ہے ڈالا

اقوالِ شیخ

1۔ ہر وہ کام جو حضور ﷺ کی اطاعت میں کیا جائے وہ نور ہے۔ یہ ہی وہ نور ہے جو لوگوں کے پاس پل صراط پر ہوگا۔ (المرشد جنوری 2014 صفحہ، 12)

2۔ لوح دل کو صاف کرو، کسی باطنی شفاخانے کا رخ کرو، کوئی دلوں کا آپریشن کرنے والا بلکہ دل تبدیل کرنے والا تلاش کرو۔ (دیار حبیب ﷺ میں چند روز صفحہ، 45)

3۔ ایمان عقائد ونظریات کا نام ہے اور اعمال ان کے گواہ ہیں۔ (نور و بشر کی حقیقت صفحہ، 1)

4۔ جو لمحہ تمارا، ذکر سے خالی رے گا وہ نقصان تمہارا ہے کہ اس میں تمہاری قبولیت رحمت کی استعداد ضائع ہو رہی ہے۔ (ماہانہ اجتماع مارچ۔ المرشد 2015 صفحہ 8)

5۔ مسلمان مسکین نہیں ہوتا کہ جو کوئی اسے دیکھے اسے اس پر ترس آنے لگے۔ مسلمان اللہ کا شیر ہوتا ہے کہ جو کوئی اسے دیکھے، ایک دفعہ ٹھٹھک جائے کہ کس سے پالا پڑا ہے۔ (نقوش: صفحہ، 99)

6۔ جتنا درود شریف پڑھتے جائیں گے اتنے اتنے اسرار بغیر مطالبہ کے کھلتے جائیں گے۔ (نقوش، صفحہ، 161)

7۔ ذکر کثیر صرف وہ ہے جو دل کی دھڑکنوں میں بس جائے صفحہ نمبر 9 المرشد مئی 2015

8۔ ذاکر کا سفر اندھیروں سے روشنی کی طرف جاری رہتا ہے۔ اس سے برائیاں، خطائیں، غلطیاں چھوٹتی جاتی ہیں اور وہ نیکیاں اپناتا چلا جاتا ہے۔ صفحہ نمبر 12 المرشد مئی 2015

9۔ کشف اللہ کا انعام ہے، اللہ کی نعمت ہے اور ازقسم ثمرات یعنی پھل ہے۔ صفحہ نمبر 11 المرشد جون 2015

سالانہ اجتماع

4 مئی 2015

انسان کی تخلیق کا مقصد

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ O وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ O اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

یَوْمَ یَاْتِ لَا تَکَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِہٖ فَمِنْھُمْ شَقِیٌّ وَّسَعِیْدٌ ۝ فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ لَھُمْ فِیْھَا زَفِیْرٌ وَّشَھِیْقٌ ۝ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّکَ اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ۝ وَاَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّۃِ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّکَ عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ ۝ (سورۃ ھود)

اَللّٰھُمَّ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ O مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

کائنات بسیط پر اگر غور کیا جائے تو ہر چیز اپنے انجام کی طرف بڑھ رہی ہے۔ اللہ کریم کی قدرت کاملہ سے چیزیں وجود پذیر ہیں، اپنا فرض ادا کرتی ہیں، اپنا کام کرتی ہیں اور فنا کے گھاٹ اتر جاتی ہیں۔ اس کائنات کی ساری چیزیں کیا کام کرتی ہیں؟ سائنس نے بھی بہت ترقی کر لی، طبیعات میں بھی بڑے دور کے نکتے لائے گئے تو ان چیزوں کا مصرف کیا ہے؟ ستارے، سیارے، چاند، سورج، فلکیات، زمین اس سارے کا ماحصل کیا ہے؟ نتیجہ کیا ہے؟ اس پر اگر غور کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ کائنات کی ہر چیز کی توجہ ہماری زمین پر ہے، سورج، چاند، ستاروں سے لے کر سیاروں تک اللہ کریم نے مقرر راستوں پر انہیں گامزن کر دیا ہے۔ وہ اپنا سفر جاری رکھتے ہیں انہیں اس کی خبر نہیں کہ ان کے وجود سے کیا ہوتا ہے۔ لیکن ان کی اس روش سے اور ان کے وجود سے زمین پر تبدیلیاں آتی ہیں۔ جتنے ستارے سیارے ہیں، یہ جو علم نجوم ہے، اس کی بنیاد یہی ہے کہ ستاروں کی گردش سے زمین پر کیا کیا تبدیلیاں آتی ہیں۔ اور اسی سے لوگ اندازہ لگاتے ہیں فلاں ستارہ فلاں جگہ ہے تو اس کا اثر زمین پر یہ ہوگا۔

زمین رب العالمین کا ایک عجیب خزانہ ہے اس پر اس کی بے پناہ مخلوق ہے جو گنی نہیں جا سکتی۔ ساری مخلوق کا رزق بھی اس میں ہے اور اپنے اپنے وقت پر ہر متنفس اپنا حصہ لے رہا ہے ختم ہونے میں نہیں آتا۔ بارشیں برستی ہیں روئیدگی ہوتی ہے، خزانے اگلتی ہے فصلیں دیتی ہے۔ یہ سارا نظام اگر زمین کی طرف متوجہ ہے تو زمین کس کے لیے ہے؟ زمین اور زمین کی مخلوق اگر استعمال کر رہا ہے تو وہ انسان ہے، اگر جانور کو انسان ذبح کر کے کھا لیتا ہے تو علماء فرماتے ہیں کہ وہ اپنے مقصد کو پہنچ گیا کہ وہ بنا ہی اس لیے تھا کہ انسانوں کے کام آئے۔ کسی پر سواری کرتے ہیں تو وہ اپنے مقصد کو پہنچ گیا۔ کوئی زر و دولت نکلتی ہے تو انسان ہی کے کام آتی ہے وہ اپنے مصرف پر پہنچ گئی، اپنے مقصد کو پہنچ گئی۔ کائنات بسیط کی توجہ زمین پر ہے زمین کے سارے خزانے انسان استعمال کرتا ہے، تو انسان کس لیے ہے؟ اگر ساری کائنات متوجہ ہے زمین پر، زمین میں بے پناہ نعمتیں پیدا ہوتی ہیں، سب کو انسان استعمال کرتا ہے اور انسان نے کھایا پیا اور مر گیا تو یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ جس ہستی کے لیے اتنا اہتمام ہے اس کا بھی کوئی انجام ہونا چاہیے۔ کوئی اس کا بھی نتیجہ ہونا چاہیے۔ سورج نے کرنیں بکھیریں، مختلف تبدیلیاں زمین پر ہوئیں سب سے زیادہ فائدہ انسان نے اٹھایا۔ جانور، چرند پرند، آبی

جانور انسان کے کام آئے۔ سمندروں کے خزانے، زمینوں کے خزانے انسان کے کام آئے انسان کس کام آئے گا؟ یہ واحد مخلوق ہے جو محض مادے سے متعلق نہیں جس کا وجود مادی ہے اور جس میں روح عالم امر سے ہے۔ عجیب سا پیوند ہے کہ عالم امر کی ایک مخلوق روح، جو اللہ نے پیدا فرمائی، کیسے پیدا فرمائی؟ یہ تم نہیں سمجھ سکتے۔ تمہارے دماغ کی رسائی سے اور تمہارے علوم کی رسائی سے بالاتر بات ہے۔ بس اتنا یقین کر لو کہ: قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ۔ بنی اسرائیل 85 فرما دیجئے کہ روح امر ربی سے ہے، میرے پروردگار کے حکم سے ہے۔ عالم امر کائنات کا نازک ترین مقام ہے۔ مادہ ٹھوس سب سے سخت ترین چیز ہے۔ اب ان کا پیوند کیسے لگایا؟ اللہ کریم نے فرمایا یہ بات تمہاری سمجھ سے باہر ہے لیکن یہ دیکھ لو کہ مادی نعمتیں، ان میں لذتیں، ان سے فائدہ یہ سب صرف مادی وجود کے آرام کے لیے ہیں۔ اگر انسان کے مادی وجود کے آرام کے لیے اتنا وسیع کارخانہ بنایا گیا، کارگہٗ حیات ترتیب دی گئی تو روح تو بہت قیمتی چیز ہے اس کے لیے جو ہوگا وہ بہت قیمتی ہوگا اور اس سے کھربوں گنا وسیع ہوگا لیکن غلطی یہاں ہوئی ہے۔ چونکہ وجود مادی ہے، دماغ مادی ہے اس لیے کائنات میں جو مادی چیزیں ہیں ان کا ادراک وہ جلدی کرتا ہے۔ چونکہ عالم ارواح کا باطن کا نظام نازک ہے اس کا ادراک کرنے لیے جو چیزیں عالم امر کی ہیں وہ بھی لطیف ہیں اور وہ عالم امر کے لطائف ہی ہیں۔ لطیفہ قلب ہی اس کا ادراک کرتا ہے جس طرح دماغ مادی چیزوں کا ادراک کرتا ہے۔ اسی طرح لطائف ربانی باطنی چیزوں کا ادراک کرتے ہیں۔ اب اگر کسی کا دماغ خراب ہو جائے تو اس بھری دنیا میں اسے شعور نہیں ہے کہ وہ لباس پہنے۔ اسے شعور نہیں ہے کہ کھانا کیا ہے؟ بات کس طرح کرنی ہے؟ زندہ انسان ہوتا ہے ہم کہتے ہیں یہ پاگل ہے۔ مادی اعتبار سے وہ پاگل ہے مگر کچھ لوگ مادی اعتبار سے بڑے باشعور ہوتے ہیں۔ لیکن جس طرح دماغ بگڑتا ہے اسی طرح ان کا لطیفہ قلب ظلمتوں کے نیچے دب جاتا ہے اور وہ عالم امر کا اور ارواح کا ادراک نہیں کر پاتے تو یکسو ہو کر دنیا میں لگے رہتے ہیں۔ دنیا کے حصول میں بڑی بڑی ڈگری حاصل کرتے ہیں، بڑی دولت کماتے ہیں، حکومتیں، اقتدار حاصل کرتے ہیں۔ یہ چیزیں تو دنیا سے گئیں اور ختم ہو گئیں تو کیا انسان بھی دنیا سے گیا تو ختم ہو گیا؟ نہیں فرمایا، یہ انسان کو جو یہ نازک ترین نعمتیں دی گئیں، عالم امر کی دولت دی گئی، روح دی گئی، لطائف قلبی دیے گئے اس سے مراد یہ ہے کہ بدن کو سلامت رکھنے کے لیے دنیا کی چیزوں سے جائز طریقے سے استفادہ کرے۔ بدن کو سلامت کیوں رکھنا ہے؟ کہ یہ معرفت الٰہی کو پائے۔ لہٰذا یہ اپنے ان لطائف کو روشن کرے، اپنی روح کو قوت دے، اپنی روح کو غذا مہیا کرے، روح کی دوا کرے۔ روح کی غذا بھی ذکر الٰہی ہے، روح کی دوا بھی ذکر الٰہی ہے۔ جب اس کے دل کی آنکھ کھلے اور وہ عالم امر کو اور باطنی امور کو دیکھے تب جا کر اسے سمجھ آتی ہے کہ کرنے کا کام، میری اصل ذمہ داری روح کو سلامت رکھنا، اسے ترقی دینا، اسے معرفت باری سے آشنا کرنا ہے اور بدن کو میں نے اس لیے سلامت رکھنا ہے کہ مجھے اس کام میں کام آئے۔ یہ مر کر ختم نہیں ہو جائے گا کیونکہ روح عالم امر سے ہے اور لافانی ہے۔ عالم امر میں فنا نہیں ہے۔ فنا عالم خلق میں ہے اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ سورۃ اعراف 54 خلق بھی اس کے لیے امر بھی اسی کا ہے۔ خلق کو فنا ہے۔ امر صفت ہے باری تعالیٰ کی، صفات باری کا فنا نہیں ہے۔ اب جب ان کا پیوند لگا تو اتنا مضبوط لگا کہ اگر روح ہمیشہ باقی رہے گی تو اس کے ساتھ سارے وہ اجزاء ہمیشہ باقی رہیں گے جو کبھی بھی بدن کا حصہ رہے ہوں۔

موجودہ سائنس یہ کہتی ہے ایک بدن میں دس کھرب سیل ہیں اور غالباً ڈیڑھ سو کھرب (Bacteria) بیکٹریا ہیں۔ ایک وجود میں دس کھرب سیل ہیں ڈیڑھ سو کھرب (Bacteria) ہیں۔ ان کی عمریں طویل نہیں ہوتیں کسی (Cell) سیل کی عمر چھ مہینے سے زائد نہیں ہے۔ اسی طرح بیکٹریا بھی مرتے رہتے ہیں پیدا ہوتے رہتے ہیں تو گویا ایک وجود میں اتنی موتیں اور اتنی پیدائشیں ہو رہی ہیں شاید دنیا میں اتنی نہ ہوتی ہوں۔ آخرت میں صرف یہ وجود نہیں جو بوقت موت ہمارے پاس ہوگا، پیدائش سے لے کر موت تک جتنے (Cell) خلیے وجود کا جتنے دیر حصہ رہے، جس گناہ یا ثواب میں شریک رہے، اس کا بدلہ سزا یا انعام کے

طور پر سارے پائیں گے۔ یہ بڑا لمبا حساب بنے گا تو انسان کو عالم امر کی روح اس لیے دی گئی کہ یہ معرفت الٰہی حاصل کرے۔ اب اسے اختیار دیا گیا اس کے سامنے دونوں راستے واضح کر دیے گئے کہ اگر صرف بدن کی اطاعت میں لگے رہو گے اور بدن کو پالتے رہو گے تو تمہاری مرضی لیکن اگر روح کو پالو گے تو یہ بہترین راستہ ہے۔ اس کی طرف اللہ نے بلایا، انبیاء مبعوث فرمائے، کتابیں نازل فرمائیں اور ایسا نظام قائم کر دیا کہ ہمیشہ دعوت الی اللہ جاری رہتی ہے۔ جب قیامت قائم ہوگی تو پھر انسان کی پسند اور ناپسند ختم ہو چکی ہوگی۔

یَوْمَ یَاْتِ لَا تَکَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِہٖ۔ وہاں بغیر اذن الٰہی، بغیر اجازت کے کوئی لب نہیں کھولے گا، بات نہیں کر سکے گا پسند اور ناپسند کا وقت گزر گیا۔ اب اس پر کیا اجر مرتب ہوتا ہے اس کی باری ہے۔ بغیر اللہ کی اجازت کے کوئی لب وا نہیں کر سکے گا۔ لوگ دو دھڑوں میں بٹ جائیں گے، دھڑے یہاں بھی دو ہی ہیں اسلام اور کفر۔ پارٹیاں دو ہی ہیں، طبقے دو ہی ہیں۔ جیسے حدیث شریف میں ارشاد ہے: الکفر کلھم ملۃ واحدۃ لا نرثھم ولا یرثونا (کتاب الاثار لابی یوسف)

سارا کفر ایک ہی قوم ایک ہی ملت ہے۔ کفر کی اقسام ہیں کوئی کس طرح کا ہے کوئی کسی طرح کا ہے لیکن ہے سارا ہی کفر اور کفر ملت واحدہ ہے اس کے بعد جو کچھ ہے وہ دین ہے، اسلام ہے، وہ بھی ایک ملت ہے تو فرمایا! وہاں جا کر لوگ دو طبقوں میں تقسیم ہو جائیں گے فَمِنْھُمْ شَقِیٌّ وَّسَعِیْد بد بخت ہوں گے یا نیک بخت ہوں گے۔ تیسرا کوئی طبقہ نہیں ہوگا۔

جنہوں نے دنیا میں عظمت الٰہی سے اعراض کیا، دنیا کی بے پناہ نعمتوں کو خالق کے بتائے ہوئے طریقے پر استعمال کرنے کے بجائے ان پر دیوانوں کی طرح ٹوٹ پڑے۔ دنیا دنیا چھینتے رہے، لوٹتے رہے، جمع کرتے رہے، چھوڑ کر مر گئے۔ عظمت الٰہی کا نہ سوچا، نہ سمجھا، نہ حاصل کرنے کی کوشش کی۔ فرمایا: فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ لَھُمْ فِیْھَا زَفِیْرٌ وَّشَھِیْق یہ جو بد بخت طبقہ ہے اسے آگ میں بسر کرنا ہوگا، دوزخ میں رہنا ہوگا جہاں سوائے چیخ و پکار کے کچھ نہیں ہوگا۔ کوئی بیٹھ کر گپ لگائے گا نہ کوئی کسی کا حال پوچھے گا ہر کوئی اپنے دکھوں کو چیخ رہا ہوگا اور سوائے چیخ پکار کے دوزخ میں کچھ نہیں ہوگا۔ پھر کتنا عرصہ رہیں گے؟ فرمایا وہیں رہیں گے ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے خٰلِدِیْنَ فِیْھَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّکَ۔

ہاں! جب تک کائنات اللہ قائم رکھے گا وہیں رہیں گے اختیار اللہ کے پاس ہے وہ چاہے تو اس کو کب تک رکھے کب ختم کر دے اللہ کسی کا پابند نہیں ہے لیکن خلود ہے، ہمیشگی ہے اس میں ہمیشہ رہنا ہوگا۔ اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ۔ اے مخاطب! تیرا پروردگار جو چاہے وہ کرتا ہے۔ اسے کوئی روک نہیں سکتا یہ اس کے فیصلے ہیں۔ وَاَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا اور جو نیک بخت ہوں گے یعنی جنہوں نے دنیا میں اپنی تخلیق کا مقصد سمجھا، انبیاء کرام کا دامن تھاما، اللہ کی رسّی کو پکڑا، اللہ کی راہ پر چلے اور جنہوں نے بدن کی حفاظت کی، اسے پالا پوسا اس لیے کہ وہ روح کے سفر کے کام آ سکے وہ سعید ہوں گے۔ بدن ایک سواری ہے ایک آلہ ہے مقصد تو روح کی تربیت، روح کو پالنا ہے، روح کو اس کی منزل تک پہنچانا ہے۔ یہ لوگ جو ہوں گے۔ فَفِی الْجَنَّۃِ فِیْھَا انہیں اللہ اپنی جنت اپنی نعمتوں میں باغات میں داخل کرے گا۔ انعامات دے گا اور یہ بھی ہمیشہ رہیں گے۔ مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ جب تک۔ کائنات کا نظام قائم رہے گا یہ بھی رہیں گے اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّکَ سوائے اس کے کہ اللہ کریم جو چاہے وہ کر سکتا ہے۔

عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ۔ اور انہیں ایسے انعامات ملیں گے جو ختم نہیں ہوں گے بڑھتے رہیں گے ہر آن، ہر لحظہ بڑھتے رہیں گے۔ ان پر جو نعمتیں ہوں گیں ان میں ترقی ہوتی رہے گی۔ روایت میں ملتا ہے حدیث شریف کا مفہوم یہ ہے کہ جنتی اگر کوئی پھل کھا رہا ہوگا ایک لقمہ لے گا بہت لذیذ ہوگا لیکن اسی پھل سے دوسرا لقمہ لے گا تو اس کی لذت پہلے سے زیادہ ہوگی اسی طرح ہر کھانے کے ہر لقمے میں لذت بڑھتی جائے گی یعنی ان کی نعمتیں رکیں گی نہیں بڑھتی رہیں گی۔

تیسرا کوئی طبقہ نہیں ہوگا۔ اور نہ دنیا میں اور کوئی تیسرا طبقہ ہے۔ انہیں دو طبقوں نے آپس میں تقسیم بنا رکھی ہے۔ یہاں فیصلہ انسان

کا ہے کہ وہ کیا کرتا ہے، کیا چاہتا ہے۔ کیا انسان پر واجب نہیں ہے کہ وہ اس پر غور کرے کہ اتنی کائنات، سارے ستارے، سیارے، آسمان، زمین کی طرف متوجہ ہیں زمین میں تبدیلیاں آتی ہیں، روئیدگی ہوتی ہے، نعمتیں پیدا ہوتی ہیں ساری انسان کے لیے، انسان استعمال کرتا ہے، انسان کس لیے ہے؟ کوئی مقصد تو اس کا بھی ہوگا۔

کائنات بسیط میں واحد مخلوق ہے جسے اللہ کریم نے اپنی معرفت کی استعداد بخشی ہے۔ فرشتے نوری مخلوق ہیں آسمانوں میں عرش عظیم تک کھڑے ہیں عرش کو اٹھائے کھڑے ہیں۔ ہمہ وقت اطاعت کرتے ہیں انہیں کبھی نافرمانی کا خیال بھی نہیں آتا سب حکم کے پابند ہیں کسی میں جرأت نہیں ہے کہ حاکم کی طرف نگاہ اٹھائے۔ فرشتے پیدا ہونے سے لے کر جب تک اللہ انہیں قائم رکھے گا عبادت ہی کرتے ہیں اطاعت ہی کرتے ہیں ان کی ترقی درجات تو نہیں ہوتی اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ (الصّٰفّٰت:64) ہر ایک کی ایک جگہ معین ہے، کیونکہ انہیں اختیار نہیں دیا، گیا انہیں پابند کیا گیا اطاعت کا کہ وہ اطاعت ہی کریں گے انسان اللہ کی ایک عجیب ترین مخلوق ہے اس کے اجزاء، پھران سے اس کے اثرات، پھر اس کا مزاج، بڑی عجیب مخلوق ہے۔ غور کریں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ اس میں اللہ کریم نے عجیب حکمتیں رکھی ہیں۔ پھر اس میں انانیت آجاتی ہے کہ میں بھی کچھ ہوں حدیث شریف آتا ہے خلق الله آدم علىٰ سورة (مسلم) کسی نے مجھ سے سوال بھی پوچھا تھا کہ آدم علیہ السلام کو اللہ نے اپنی صورت پر پیدا فرمایا ہے تو کیا اللہ کی صورت انسانوں کی طرح ہے، تو میں نے عرض کی کہ یہ بات نہیں ہے اللہ صورتوں، حلیوں سے پاک ہے ہم اندازہ نہیں کر سکتے۔ جس طرح اللہ واحد ولاشریک ہے، اپنا حکم، اپنی حکمرانی، اپنی حکومت چاہتا ہے مقابلے میں کسی کو نہیں دیکھنا چاہتا، کسی کو شریک، برداشت نہیں۔ اسی طرح ہر انسان میں مزاجاً وہ انانیت ہے۔ ہر بندہ سمجھتا ہے کہ میرے جیسا کوئی نہیں۔ اگر حکمران سمجھتا ہے کہ میرے جیسا اس ملک میں کوئی نہیں تو ایک خاکروب جو گلی میں جھاڑو دے رہا ہے اس سے بات کر کے دیکھیں تو وہ کہتا ہے کہ میرے جیسا کوئی

نہیں یہ فطرت انسانی ہے۔ اس کے اندر یہ بات ہے اس کے مزاج میں یہ بات ہے کہ میرے جیسا کوئی نہیں۔ آپ کسی غریب فقیر سے، مانگنے والے سے بھی پوچھ لیں وہ کہے گا میرے جیسا کوئی نہیں۔ یہ درجہ بدرجہ ہر بندے میں ہے اور یہی اس کی آزمائش ہے۔ اگر یہ غور کرے میں کون ہوں، کہاں سے آیا، کس نے مجھے ایسا بنادیا، وہ کون ہے؟ تو پھر اسے سمجھ آجاتی ہے کہ میں کیا، ساری کائنات میں اس جیسا کوئی نہیں اور اگر ادھر غور نہ کرے اور بدن کو پالتا رہے تو پھر یہی بات رہتی ہے کہ میرے جیسا کوئی نہیں۔ آپ سادہ سادہ لوگوں کو دیکھیں دیہات میں، ان پڑھ کاشت کاروں، زمین داروں کو دیکھیں تو عمر رسیدہ افراد اور ہماری نانیوں دادیوں کا ایک جملہ بڑا عام ہے کہ میں جب نہیں رہوں گا تو دیکھنا تمہارا کیا حال ہوگا۔ یہ مزے میرے دم سے کر رہے ہو میں نہیں رہوں گا تو تمہیں پتا چل جائے گا۔ ہوتا کچھ بھی نہیں، وہ نہیں رہتے کائنات کا نظام چلتا رہتا ہے کچھ بھی نہیں بگڑتا ہے۔ فطرتاً ہر بندے میں ہے کہ میں ہی ہوں، میرے جیسا کوئی نہیں۔ اب اس کو عبور کر کے دوسری طرف دیکھنا کہ جو "میں" ہے اس کو بھی کوئی بنانے والا ہے، وہ کیسا ہے مجھے اس "میں" کی اطاعت کو چھوڑ کر اس کی اطاعت کرنی چاہیے۔ تو اس سرحد کو جو عبور کر گیا وہی ولی اللہ کہلایا، اللہ کا دوست کہلایا، اللہ کا نیک بندہ کہلایا، اسی کے لیے اللہ کے انعامات ہیں۔ جو اس کے ادھر رہ گیا وہ ساری عمر "میں" ہی کی پوجا کرتا رہا۔ اس میں موت آگئی فرصت ختم ہوگئی دوسرے راستے پر چلا گیا۔ بڑا سادہ سا کام ہے اب جو یہ "میں" کی لائن ہے "میں" کی جو حد ہے میں کی جو دیوار ہے اس سے اس طرف جایا کیسے جائے۔ اس کا صرف ایک علاج ہے تعلیمات نبوت، برکات نبوت۔ اللہ کے نبیؑ جب بھی مبعوث ہوتے ہیں وہ صرف باتیں نہیں کرتے۔ تعلیمات باتوں پر مشتمل ہوتی ہیں لیکن ہر نبی کے ارشاد کے ساتھ اس کی کیفیت ہوتی ہے۔ جو کچھ نبیؑ اپنے لب مبارک سے فرماتا ہے اس کے ساتھ ایک کیفیت ہوتی ہے جو ماننے والے کی اصلاح کر دیتی ہے۔

سیدنا فاروق اعظمؓ تنگ آگئے روز روز کے جھگڑے سن کر،

حضور ﷺ کے دعوے اور لوگوں کی تردید اور مکہ شہر میں، سارے میں، فساد مچا ہوا ہے۔انہوں نے کہا کہ ایک بندہ ہے اس نے سارے شہر کو اوپر نیچے کر دیا ہے۔تلوار لی اور کہا کہ میں سر قلم کر دیتا ہوں بات ختم ہو جائے گی غصے میں بھرے ہوئے جا رہے ہیں راستے میں کوئی صحابیؓ مل گئے۔عمر کہاں جا رہے ہو یار! کہنے لگے تنگ آ گئے ہیں روز روز کی باتیں سن کر آج یہ قصہ تمام کرتے ہیں۔انہوں نے فرمایا گھر کی خبر لو، رسول اللہ ﷺ کا پتا لینے چلے ہو گھر کا پتا لو۔میرے گھر میں کیا؟ فرمایا تمہاری بہن اور بہنوئی مسلمان ہو چکے ہیں، وہ کلمہ پڑھ رہے ہیں پہلے اپنا گھر صاف کرو۔بڑے غصے میں پلٹے۔جو آیات مبارکہ نازل ہوتی تھیں، اس زمانے میں ہی، شروع ہی سے، جب سے نزول قرآن، نزول وحی آیا کتابت بھی شروع ہو گئی۔جتنی آیات ہوتی تھیں لکھ لیتے تھے۔بہن کے دروازے پر گئے تو دروازہ بند تھا اندر سے آواز آ رہی تھی کوئی صحابیؓ انہیں قرآن کریم پڑھا رہے تھے سورہ طہٰ کی آیات تھیں مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى باہر سنا، دروازہ پیٹا زور سے دروازہ کھولا گھر والوں نے صحابیؓ کو اندر چھپا دیا وہ ورق لے کر اندر چلے گے۔دروازہ کھلا تو غصے سے داخل ہوئے تو پوچھا کیا بول رہے تھے؟ کیا آوازیں آ رہی تھیں؟ کچھ تھا جو تم بول رہے تھے۔کہا کچھ نہیں تھا کہا میں نے خود آواز سنی ہے انہوں نے انکار کیا انہوں نے بہن کو تھپڑ مارا وہ کسی چیز سے ٹکرائیں ان کا سر پھٹ گیا، خون جاری ہو گیا بہن نے کہا کہ عمر چاہو تو قتل کر دو۔وہ ہم وہ قرآن پڑھ رہے تھے جو محمد رسول ﷺ پر نازل ہوا تمہیں بات اچھی لگے یا نہ لگے۔عمرؓ نے کہا کہ عجیب بات ہے کہ بجائے ڈرنے کے خوف زدہ ہونے کے، زخمی ہو کر، مار کھا کر یہ اور دلیر ہو گئی ہے یہ بات کیا ہے کوئی وجہ ہے؟ پیچھے نہیں، تو ڈر جانا چاہیے تھا، رونا پیٹنا چاہیے تھا بتا دینا چاہیے تھا کہ ہاں یہ ورق پڑھا ہے۔اس نے الٹا یہ کہا میں مسلمان ہوں تم جو کر سکتے ہو کرو۔تو انہوں نے فرمایا: کہ اچھا وہ مجھے دکھاؤ جو پڑھ رہے تھے۔بہن نے کہا اس کے لیے پاکی شرط ہے آپ غسل کریں پھر دکھائیں گے۔عجیب بات ہے ایسی کوئی بات ہے جو ایسے سنی بھی نہیں جا سکتی؟ دیکھی نہیں جا سکتی۔تو جب ان صحابیؓ کو انہوں نے بلا لیا وہ ورق لے کر آئے۔آپ نے جب آیات سنیں تو کہنے لگے کہ یہ تو ایسی ہستی ہے جس کے علاوہ کسی کے پاس کچھ بھی نہیں۔سب کچھ ہی اسی کا ہے۔ہم کہاں بھٹک رہے ہیں؟ یہ جس کی تم بات کر رہے ہو یہی تو کائنات کا خالق بھی ہے اور جو خالق ہے وہی مالک بھی ہے۔ہم کہاں پتھروں کو پوج رہے ہیں ہم کہاں بھٹک رہے ہیں! یعنی وہ صرف الفاظ نہیں تھے، ان میں وہ کیفیات تھیں جو دل میں اتر گئیں۔الفاظ سماعت سے ٹکراتے ہیں سماعت انہیں (Process) کر کے دماغ میں تصویر بناتی ہے دماغ انہیں پڑھ کر زبان پر لے آتا ہے۔اس سے زیادہ الفاظ میں کوئی اثر نہیں ہوتا لیکن وہ الفاظ اللہ کے تھے۔کلام میں متکلم کا پرتو ہوتا ہے۔کلام میں جو بات کرتا ہے اس کی ذات کا ایک پرتو اس کی بات میں ہوتا ہے۔کلام الٰہی تھا، جمال الٰہی تھا پھر نبی علیہ السلام کی زبان مبارک پر جاری ہوا آپ ﷺ کی برکات تھیں اس میں۔جب وہ الفاظ پڑھے تو کہنے لگے ہم کہاں بھٹک رہے ہیں یہ تو سب کچھ اسی ایک ذات کا ہے جس نے پیدا کیا ہے مجھے بھی لے چلو میں بھی کلمہ پڑھتا ہوں مسلمان ہوتا ہوں۔چونکہ ارشادات باری میں، ارشادات نبوت میں کیفیات برکات ہوتی ہیں کلام کو دماغ (Process) کرتا ہے برکات دل میں اتر جاتی ہیں۔اور دل کو وہ قوت یقین دے دیتی ہیں کہ انقلاب سے لے کر دم آخری تک پھر عمرؓ کو وسوسہ بھی نہیں آتا یہ اسلام ہے۔اگر یہ برکات نہ آئیں الفاظ ہی ذہن میں رہیں تو ان پر قطعی یقین نہیں آتا۔بندہ کہتا ہے کہ ہو گا ایسے پھر کہتا ہے کہ پتا نہیں ہو گا یا نہیں بھی۔پتا نہیں کیا ہو گا؟ جو اس بے یقینی میں بھٹک جاتا ہے وہ پھر راستہ بھول جاتا ہے۔جسے وہ برکات نصیب ہوتی ہیں وہ قوت یقین عطا کرتی ہیں وہ پھر اس راستے میں جان بھی دے دے تو کہتا ہے کہ رب کعبہ کی قسم میں جیت گیا میں نے اپنا مقصد پا لیا۔جس طرح بدن کی صحت کے لیے صالح غذا ضروری ہے۔بدن کی بقاء کے لیے بیماریوں سے بچانے کے لیے دوا ضروری ہے اسی طرح روح کی غذا اور دوا ذکر الٰہی ہے ساتھ کیفیات قلبی کے اور یہ اللہ کا بڑا عجیب نظام ہے کوئی بندہ اپنے طور پر بھی اللہ اللہ کرنا شروع کر دے تو اللہ ایسے لوگوں کے پاس

پہنچا دیتا ہے جن کے پاس کیفیات ہوتی ہیں اور اسے کیفیات عطا کر دیتا ہے یہ اللہ کا عجیب نظام ہے فرمایا:۔ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ (الشوریٰ:13) جو صدق دل سے رجوع کرتا ہے اسے وہ ہدایت تک پہنچا دیتا ہے۔ ہدایت پہنچا دیتا ہے مفسرین کرام اس آیت کریمہ کے تحت لکھتے ہیں کہ اللہ اسے ایسے لوگوں میں پہنچا دیتا ہے جو اسے برکات عطا کر دیتے ہیں کہیں کوئی جس کے دل میں یہ بات یقین کی حد تک آ جائے اسے محروم نہیں رہنے دیتے۔

انسانی زندگی کا انجام ہے اور وہ ہے دوام۔ باقی زندگیوں کا انجام ہے فنا، انسانی زندگی کا انجام ہے بقا۔ اسے ہمیشہ رہنا ہے اس میں عالم امر کی روح ہے جسے کبھی فنا نہیں آئے گی ہمیشہ رہے گی۔ لوگ ملک سے باہر چلے جاتے ہیں مادی وسائل کے لیے دولت کمانے کے لیے آپ اگر دیکھیں تو وہ وہاں پتھروں پر بھی سو لیتے ہیں روکھی سوکھی بھی کھا لیتے ہیں کیونکہ ان کا مقصد ہوتا ہے کہ پیسہ کما کر گھر بھیجنا ہے محنت کر کے کما کر بھیجتے رہتے ہیں۔ اور اگر کوئی باہر جا کر یہ کہے میں یہاں کروفر سے رہوں تو پھر گھر والے بھوکے مرتے ہیں وہی کروفر سے رہتا ہے۔ لوگوں کو یہ پتا ہوتا ہے کہ میں کمائی کے لیے آیا ہوں واپس جانا ہے وہاں کچھ سرمایا بنانا ہے اسی طرح ہم دنیا میں آخرت کو بنانے آئے ہیں۔ یہیں لمبی تان کر سو رہو اور یہیں مزے کرتے رہو اور آخرت کو بھول جاؤ تو آخر جانا تو واپس گھر ہے جب بھیجا ہی کچھ نہیں تو وہاں ہوگا کیا؟ اس لیے اسی کو تفکر و تدبر کہتے ہیں انسان کو اپنے بارے کچھ سوچنا چاہیے میں کون ہوں؟ کیا ہوں؟ کہاں سے آیا ہوں؟ کہاں جاؤں گا؟ مصرف میرا کیا ہے؟ مجھے کرنا کیا ہے؟ تب اسے سمجھ آتی ہے کہ ایک طرف شیطان ہے دوسری طرف اللہ اور اس کے رسول اور انبیاء ہیں اور ان کی تعلیمات ہیں۔ دو ہی تو طبقے ہیں ہر بندہ اپنے آپ کو پہچانے کہ میں کس طبقے میں ہوں۔ دوسرے کیوں فتویٰ دیتے رہیں، کوئی کیوں مشورے دیتا رہے، کوئی کیوں رائے دیتا رہے۔ میں خود کو پہچانوں آپ اپنے آپ کو پہچانیں اور بڑے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں ایسی مجالس یا ایسے لوگ نصیب ہو جائیں جو روح کی غذا کا اہتمام کریں اور انسان اپنے مقصد کو پالے۔ تو میرے بھائی ہمارے پاس زندگی کا کوئی سرٹیفکیٹ نہیں ہے اگلا لمحہ، ہوں گے یا نہیں ہوں گے۔ جتنی ہم نے دولت کمائی، جتنے عہدے حاصل کیے ٹھیک ہے، جائز حلال وسائل سے کمانا اچھی طرح رہنا یہ بھی اللہ کی نعمت ہے اور اس کا شکر ادا کرنا چاہیے لیکن زیادہ ضروری یہ ہے کہ جب آنکھ بند ہو تو آنکھ کھل جاتی ہے، وہاں پہنچ کر بھی سرمایہ موجود ہو۔ صرف یہاں کی نعمتیں نہ ہوں، وہاں اللہ کریم نعمتیں عطا کرے اور اپنے گھر میں بھی کوئی سرمایہ ہو تو ہر لحظہ، ہر آن، اپنے آپ پر نگاہ رکھنی چاہیے کہ میں درست جا رہا ہوں، بھٹک تو نہیں رہا۔ انسان میں احساس زندہ ہو تو وہ کریم ہے وہ اس کی حفاظت بھی فرماتا ہے، راہنمائی بھی فرماتا ہے، انسان میں جتنی طلب ہو اتنی نعمتیں بھی عطا فرماتا ہے۔ اپنی طلب بڑھائیے۔ کوئی بندہ دنیا میں دیکھا کہ مادی غذا سے محروم نہیں رہتا جو زیادہ کھاتے ہیں انہیں زیادہ دے دیتا ہے جو کم کھاتے ہیں انہیں تھوڑا مل جاتا ہے۔ جتنی جس کی طلب ہے دنیا کی، اتنی اسے دے دیتا ہے۔ لوگ شروع سے لگتے ہیں اور مرتے دم تک اربوں روپے جمع کر لیتے ہیں۔ ان کی طلب ہی روپیہ جمع کرنے کی ہوتی ہے۔ وہ نہیں روکتا انہیں دیتا رہتا ہے اگر طلب آخرت کی بڑھ جائے تو اس کی بارگاہ میں کوئی رکاوٹ بھی نہیں ہے۔

تو ہی ناداں، چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں، علاج تنگیٔ داماں بھی ہے

آدمی جتنی آرزو کرتا جائے، اس کا دامن بھی اتنا وسیع کرتا جاتا ہے اور پھولوں سے بھرتا جاتا ہے۔ ذرا اس کی طلب آخرت کی بن جائے اور اسے یقین محکم ہو جائے اور اس کام کے لیے وہ جت جائے تو اللہ محروم نہیں کرتا

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین

> دوستو! یہ دولت تصوف کے ادارے قائم کرنے سے نہیں ملتی، نہ تصوف کے جرائد جاری کرنے سے ہاتھ آتی ہے، نہ تصوف کی کتابوں کے مطالعہ سے حاصل ہو سکتی ہے۔ یہ القائی اور انعکاسی چیز ہے، جو القاء اور صحبت شیخ سے حاصل ہوتی ہے۔
> حضرت مولانا اللہ یار خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ (دلائل السلوک صفحہ نمبر 64)

سورۃ طٰہٰ

مسائل السلوک من کلام ملک الملوک پر

الشیخ حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کا بیان

تعدیل مجاہدہ:

قولہ تعالیٰ: مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۝ طٰهٰ: ۲

ترجمہ: ہم نے آپ پر قرآن اس لئے نہیں اتارا کہ آپ تکلیف اٹھائیں۔

''اس کی دو تفسیریں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ ہم نے آپ پر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ کفار کے ایمان نہ لانے سے تاسف اور تحسر کر کے تعب میں پڑیں بلکہ تبلیغ کے لئے نازل کیا ہے سو وہ آپ کر چکے۔ دوسری یہ کہ مجاہدہ شاقہ کے تعب میں نہ پڑیں کیونکہ آپ کو شریعت حنفیہ سمحہ سہلہ دی گئی ہے۔ پس تفسیر اول پر آیت اصل ہے۔ اہل قلوب پر نزول سکینہ کی اور تفسیر ثانی پر تعدیل مجاہدہ کی۔

اس کے دو پہلو بیان ہوئے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت میں پڑیں۔ تو فرمایا ایک تفسیر تو اس کی یہ ہے کہ محنت کرتے تبلیغ کرتے، مجاہدہ کرتے تکلیفیں اٹھاتے اور پھر آپ ﷺ کو دکھ ان تکلیفوں اور مجاہدہ سے نہیں ہوتا تھا۔ حضور ﷺ کو دکھ ہوتا تھا لوگوں کے نہ ماننے کا یہ آپ ﷺ کی شفقت عالی تھی۔ آپ ﷺ کا رحمت للعالمین ہونا تھا کہ آپ کو اس بات کا دکھ ہوتا تھا کہ میری بعثت اور قرآن کے سننے کے بعد بھی یہ لوگ ایمان سے خالی کیوں ہیں، اس پر اللہ کریم نے تسلی فرمائی کہ آپ ﷺ کا منصب جلیلہ پہنچا دینا ہے۔ میں مالک ہوں، بندے میرے ہیں، میرا کلام ہے، آپ میرے رسول ﷺ ہیں، آپ ﷺ کا منصب عالی یہ ہے کہ میری بات میرے بندوں کو پہنچا دیں، بندے مانتے ہیں نہیں مانتے یہ میرا اور ان کا معاملہ ہے آپ ﷺ اس پر زیادہ دکھی نہ ہوا کریں۔

دوسری بات اس میں یہ ہے کہ مجاہدے میں تعدیل ایسا ہونا چاہیے جو قابل برداشت ہو۔ مجاہدہ ضرور کرے لیکن شرعی حدود کے اندر کرے۔ جہلا کے ہاں مروج مجاہدے نہ کرے کہ ساری رات ایک ٹانگ پر کھڑے رہنا یا بزرگوں کے مزارات پر پیدل چل کر جانا، سواری استعمال نہ کرنا اور اسے باعث ثواب سمجھنا۔ آج بھی لوگ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر پیدل جاتے ہیں اور اسے باعث ثواب سمجھتے ہیں حالانکہ اس ضیاع وقت سے سلطان صاحب کو کیا فائدہ یا خود پیدل چلنے والے کو کیا فائدہ؟

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ ان کے ایک بزرگ رشتہ دار تھے، وہ اپنی ٹانگوں پر رسی باندھ لیتے تھے۔ بالشت بھر فاصلہ چھوڑ کر اور وہ دونوں ٹانگیں باندھ کر سلطان باہوؒ کے مزار پر جاتے تھے۔ یہ مجاہدے نہیں ہیں یہ جہالت ہے۔ مجاہدے کی اصل یہ ہے کہ وہ شرعاً ثابت ہو۔ مجاہدہ جہد سے مشتق ہے۔ مجاہدہ وہ ہوتا ہے جو محنت سے مشقت سے کرنے والا کام ہو اور مجاہدہ سے مراد ہے کثرت نوافل، کثرت تلاوت، کثرت سے روزے رکھے، ذکر اذکار کرے، ذکر خفی کرے یہ سارا مجاہدہ ہے جس کا شرعاً ثبوت ہے اور اس میں فرماتے ہیں تعدیل شرط ہے یعنی مناسب حد تک ہونا شرط ہے یہ نہیں کہ مجاہدہ اس حد تک کرے کہ دماغ خراب ہو جائے یعنی اس کو مناسب حد تک رکھنا ضروری ہے۔ اپنی قوت برداشت دیکھ کر اس کے مطابق کرے۔

تمثل:

قولہ تعالیٰ: اِذْ رَاٰ نَارًا طٰہٰ: ۱۰

ترجمہ: جبکہ انہوں نے ایک آگ دیکھی۔

''اس میں مسئلہ تمثیل مذکور ہے چنانچہ موسیٰؑ کے سامنے نورِ قدیم نارِ حادث کی صورت میں متمثل ہوا۔''

دنیا کی آگ تو فناء ہونے والی ہے اور وہ تجلیات باری تھیں، اللہ کا نور تھا۔ اللہ کا نور تو قدیم ہے ازلی ہے ابد تک ہے ہمیشہ سے ہمیشہ رہے گا۔ تو مثال کے طور پر تمثیل کے طور پر نورِ قدیم نارِ حادث کی صورت میں انہیں دکھائی دیا تو فرمایا اس میں بھی تمثیل کی اصل ہے کہ مثال نظر آسکتی ہے۔

اس کا امکان کہ صاحب کشف کو اپنے کشف کی حیثیت معلوم نہ ہو:

قولہ تعالیٰ: فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا طٰہٰ: ۱۰

ترجمہ: سو اپنے گھر والوں سے فرمایا کہ تم ٹھہرے رہو میں نے ایک آگ دیکھی ہے۔

''اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر ممکن ہے کہ صاحب کشف کو اپنے کشف کی حقیقت معلوم نہ ہو۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام اس کو یہی متعارف آگ سمجھے۔''

فرماتے ہیں موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بیوی بچوں سے فرمایا ایک تو غلام ساتھ تھا، بیوی تھی، بچے تھے فرمایا کہ تم یہاں ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے۔ شاید وہاں سے کوئی راستہ بتانے والا مل جائے یا کچھ آگ لے آؤں۔ ٹھنڈی رات ہے تا کہ تم تاپ سکو۔ تو فرماتے ہیں اس میں دلیل یہ ہے کہ موسیٰؑ نے وقتی طور پر جب تک انہیں وہاں جا کر الہام و القاء نہیں ہوا وحی نہیں ہوئی آگ ہی سمجھا تو فرماتے ہیں یہ ممکن ہے کہ صاحب کشف کو کشف میں غلطی لگ گئی ہو۔ جو کچھ وہ دیکھ رہا ہے حقیقتاً وہ کچھ اور ہو اسے کچھ اور سمجھ آ رہی ہو۔ چونکہ موسیٰؑ خود نبی تھے آگ دیکھی تو اسے آگ ہی سمجھا حالانکہ وہ آگ نہیں تھی نورِ قدیم تھا۔ اللہ کی تجلیات تھیں تو فرماتے ہیں کہ صاحب کشف کو سمجھنے میں غلطی لگ سکتی ہے۔

مقاماتِ مقدسہ:

قولہ تعالیٰ: فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طٰہٰ: ۲۱

ترجمہ: پس تم اپنی جوتیاں اتار ڈالو۔ تم ایک پاک میدان یعنی طویٰ میں ہو۔

''اس سے مقامات مقدسہ کا ادب ثابت ہوتا ہے۔''

یوں تو اگر جوتا پاک ہو اس کے ساتھ پلیدی نہ لگی ہو تو اس سے نماز درست ہے پڑھی جا سکتی ہے یا صاف ہو جائے جیسے آپ جنگل میں چل رہے ہیں تو آپ کے جوتے گھاس پر پتھروں پر چل چل کر صاف ہو جاتے ہیں تو جوتوں سمیت نماز ہو سکتی ہے۔ لیکن مقامات مقدسہ کا ادب ہونا چاہیے۔ فرمایا وہ وادی طویٰ میں پہنچے تو فرمایا آپ جوتے اتار دیجئے۔ آپ مسجد میں جائیں، مسجد حرم میں جائیں، مسجد نبوی میں جائیں، کسی مقدس مقام پر جائیں تو جوتے اتار دینا طریق ادب ہے۔

اعمالِ ظاہرہ میں اسرارِ باطنہ کا اثبات:

قولہ تعالیٰ: وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ۝ طٰہٰ: ۴۱

ترجمہ: اور میری ہی یاد کے لئے نماز پڑھا کرو۔

''اس میں اثبات ہے اسرار باطنہ کا اعمال ظاہرہ میں۔''

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ میری ہی یاد کے لئے نماز ادا کیا کریں۔ تو اس میں فرماتے ہیں کہ اس میں جو اسرار باطنہ ہیں وہ مرتب ہوتے ہیں اعمال ظاہرہ پر۔ کیفیات اتنی ہی نصیب ہوتی ہیں جتنا آپ

مجاہدہ کرتے ہیں۔ جتنی آپ محنت کرتے ہیں۔ یہ اس کی مرضی مفت میں دے دی لیکن معمول یہ ہے کہ اعمال ظاہرہ جو ہیں یہ چاہتے ہیں اسرار باطنہ کو پھل اسرار باطنہ ہوتا ہے۔ یہاں یہی کہا گیا ہے کہ اسباب ظاہری اختیار کرنا صوفی کی محنت ومشقت ہے۔

مالی دا کم پانڑیں دیڑاں بھر بھر مشکاں پاوے
مالک دا کم پھل پھل لانڑاں لاوے یا نہ لاوے

مالی کی طرح مشکیزے بھر بھر کر لانا سالک کی محنت ہے، اس محنت پر کتنا پھل آتا ہے یہ مالک کی مرضی ہے لیکن مجاہدے اور پھل کا آپس میں رشتہ ہے، اسرار باطن اعمال ظاہری سے نصیب ہوتے ہیں۔ تو اس میں اس بات کی بھی دلیل ہوگئی کہ جن لوگوں سے اعمال ظاہری چھوٹ جاتے ہیں وہ فاضل تو ہو سکتے ہیں ولی اللہ نہیں۔

قولہ تعالیٰ: فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ﴿١٦﴾ طٰهٰ: ۶۱

ترجمہ: سو تم کو قیامت سے ایسا شخص باز نہ رکھنے پاوے جو اس پر ایمان نہیں رکھتا اور اپنی خواہشوں پر چلتا ہے کہیں تم تباہ نہ ہو جاؤ۔

''اس سے ثابت ہوتا ہے کہ منتہی کامل سے بھی تکالیف شرعیہ ساقط نہیں ہوتیں اور اس سے اباحت کا ابطال ہوتا ہے۔''

فرماتے ہیں یہ جو ارشاد فرمایا گیا کہ کوئی ایسا شخص جس کو قیامت کا یقین ہی نہیں وہ آپ کو باتوں میں لگا کر آپ کا نقصان نہ کر دے اس سے آپ کو گمراہ نہ کر دے۔ تو اس سے اس بات پر دلیل ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا کامل ولی بھی تکلیف شرعی سے بالاتر نہیں ہو جاتا۔ اُسے شرعی امور کے مطابق زندگی گزارنا پڑتی ہے۔ عبادت کے وقت عبادت، مزدوری کے وقت مزدوری، حلت وحرمت تمام شرعی احکام ان پر لاگو رہتے ہیں اور اس سے اس خیال کا رد ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ فلاں بزرگ کامل ہو گیا ہے اسے عبادت کی ضرورت نہیں رہی اس کا ابطال ثابت ہوتا ہے۔ یہ باطل خیال ہے یہ صحیح نہیں ہے بندہ کسی بڑی سے بڑی منزل پر پہنچ جائے تو بھی شریعت کا مکلف رہتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا ہونے کا کوئی تصور نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری دم تک اللہ کی عبادت ''فرائض وسنن اور واجبات کا خیال رکھا۔ صحابی سے اوپر ولایت کا کوئی درجہ نہیں۔ اکابر صحابہؓ میں سے مرتے دم تک کسی نے تکلیف شرعی کو نہیں چھوڑا۔ لہٰذا یہ کہنا اور ایسا ولی بنا لینا کہ جنہیں نماز روزے کی کیا ضرورت ہے بہت پہنچا ہوا ہے فرمایا یہ باطل ہے۔ فرمایا اس کا باطل ہونا اس سے ثابت ہو جاتا ہے۔

تمسک کاملین با اسباب:

قولہ تعالیٰ: اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا طٰهٰ: ۸۱

ترجمہ: میں اس پر سہارا لگاتا ہوں۔

''اس سے کاملین کا اسباب کے ساتھ تمسک کرنا ثابت ہوتا ہے۔''

موسیٰ کا یہ کہنا کہ یہ میری لاٹھی ہے عصاء ہے اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ﴿١٨﴾ میں اس سے سہارا لیتا ہوں اور بہت سے کام لیتا ہوں۔ فرماتے ہیں کاملین کا اسباب کے ساتھ تمسک کرنا ثابت ہے۔ کاملین بھی اسباب اختیار کرتے ہیں دنیا عالم اسباب ہے اور اللہ کا بنایا ہوا قانون ہے کہ سبب اختیار کرو اور اس کے نتیجے میں اللہ کی نعمتیں نصیب ہوں گی تو وہ اللہ کے اولوالعزم رسول تھے انہوں نے بھی اسباب اختیار کئے لہٰذا جائز اسباب اختیار کرنا ضروری ہے۔

اثبات خوارق:

قولہ تعالیٰ: فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ﴿٢٠﴾ طٰهٰ: ۲۰

ترجمہ: یکایک وہ دوڑتا ہوا سانپ بن گیا۔

''اس میں اثبات ہے خوارق کا۔''

وہ ایک دوڑتا ہوا سانپ بن گیا۔ اس میں خوارق کا معجزات کا ثبوت ہے کہ معجزات برحق ہیں۔ انہوں نے لاٹھی پھینکی اژدھا بن گئی۔ اب یہ ایک خرق عادت تھی۔ عقل اسے تسلیم نہیں کرتی۔ پکڑا تو پھر لاٹھی بن گئی تو یہ خوارق یا معجزات یا کرامات اولیاء اللہ کا اس میں ثبوت ہے۔

بقاء طبعیات در کاملین:

قولہ تعالیٰ: قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ طٰہٰ:۱۲

ترجمہ: ارشاد ہوا کہ اس کو پکڑ لو اور ڈرو نہیں۔

''اس میں دلالت ہے اس پر کہ امور طبعیہ کاملین میں بھی رہتے ہیں چنانچہ موسیٰؑ کو طبعی خوف پیدا ہوا اور نیز اس میں امر ہے عقلیات سے طبعیات کی تعدیل کرنے کا۔''

موسیٰ علیہ السلام نے جب عصاء پھینکا تو وہ اژدھا بن گیا اور موسیٰؑ اس سے ڈر گئے بلکہ ایک جگہ قرآن کریم میں ہے کہ اسے دیکھ کر جان بچانے کے لئے واپس بھاگے تو ارشاد ہوا کہ میرے محبوب میرے پاس آ کر ڈرا نہیں کرتے اور یہ آپ کا معجزہ ہے آپ اسے پکڑ لیں یہ لاٹھی بن جائے گا۔ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولَىٰ ﴿۲۱﴾ آپ پکڑ لیں ہم اسے پہلے جیسی لاٹھی بنا دیں گے۔ فرماتے ہیں اس میں دلالت ہے کہ امور طبعیہ کاملین میں بھی رہتے ہیں چنانچہ موسیٰؑ کو طبعی خوف پیدا ہوا۔ بڑی عجیب بات ہے ہمارے ہاں ایک غلط نظریہ پیدا ہو گیا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مافوق الفطرت مخلوق ہوتی ہے۔ انہیں کوئی گرمی سردی نہیں لگتی انہیں کوئی دکھ تکلیف نہیں ہوتا اس لئے وہ فریضہ نبوت انجام دینے میں اتنے بیباک ہوتے ہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی انسان ہوتے ہیں کوئی انہیں چوٹ لگاتا ہے تو انہیں بھی دکھ ہوتا ہے۔ کوئی ان کے سامنے توہین آمیز گفتگو کرتا ہے یا ان کی توہین کرتا ہے تو انہیں بھی دکھ ہوتا ہے۔ وہ محسوس کرتے ہیں کوئی انہیں جان سے مارنے کی دھمکی دیتا ہے یا کوئی انہیں قتل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو فطری انسانی جذبات ان میں بھی ہوتے ہیں اور یہی کمال ہے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا کہ غیر نبی شاید مشکلات سے ڈر کر فطری اور طبعی خوف کی وجہ سے کام سے رک جائے، انبیاء اس سارے دکھ کو سہہ کر کام بڑھاتے چلے جاتے ہیں رکتے نہیں۔ خطرہ، ڈر انہیں بھی محسوس ہوتا ہے لیکن اس ڈر کی وجہ سے تبلیغ نہیں چھوڑتے، احکام الٰہی سے منہ نہیں موڑتے کمال یہ ہے اور اگر یہ مانا جائے جیسا کہ آج کل رواج ہے مجھے دو بڑے لمبے اور بڑے سخت خطوط آئے پہلے ایک آیا دوسرا ایک ہفتے بعد میں نے جواب نہیں دیا۔ میری عادت ہے کسی کے خط میں کوئی بات قابل جواب ہو تو دو جملوں میں جواب لکھ دیتا ہوں۔ زیادہ طوالت چاہیے تو میں جواب مکمل لکھتا ہوں اور کوئی قابل جواب نہ ہو تو میں جواب نہیں دیتا۔ تو اکثریت تو یہ ہوتی ہے کہ مجھ پر جادو ہو گیا۔ اب اس کا کیا جواب ہے، بیٹا بیمار ہے، بہو ناراض ہو گئی، سسر گالیاں دیتا ہے تو اس کا بندہ کیا جواب دے؟ ہر گھر میں شورشیں ہوتی ہیں۔ ہر کسی کو چاہیے اپنے حالات کے مطابق درست کرلے تو دو بڑے لمبے لمبے خط آئے آخری سورتوں کے متعلق کہ نبی کریم ﷺ پر خاتم النبیین پر کسی یہودی نے جادو کرنے کی کوشش کی اور حضور کے بال مبارک لے کر ایک کنگھی میں سوئیاں لگا کر ایک اندھے کنوئیں میں پھینک دیں۔ آپ ﷺ کو فطری طبعی طور پر سر مبارک میں کچھ گرانی محسوس ہوئی تو اللہ کریم نے بذریعہ وحی اطلاع دی کہ یہ اس یہودی نے جادو کرنے کی کوشش کی ہے۔ آپ کسی کو اس کنوئیں میں اتاریں وہ کنگھی مل جائے گی حالانکہ کنوئیں میں سے کنگھی کا ملنا بھی ممکن نہیں تھا لیکن یہ بھی معجزہ ہے اور حکم الٰہی تھا آپ نے خادم کو کنوئیں میں اتارا وہ کنگھی نکال لائے اور سورہ فلق اور سورہ ناس نازل ہوئیں کہ آپ ایک ایک آیت پڑھتے جائیں گے تو ایک ایک گرہ کھلتی جائے گی۔ چنانچہ حضور ﷺ ایک ایک آیت تلاوت فرماتے جاتے تھے تو ایک ایک گرہ کھلتی گئی۔ اتنی ہی گرہیں تھیں جتنی ان دو سورتوں کی آیات ہیں تو وہ ختم ہو گئیں۔ اب اس میں دو طرح کے لوگ ہوئے۔ کچھ نے کہا جادو برحق ہے کچھ نے کہا جادو کفر ہے،

شرک ہے، ظلم ہے، برحق نہیں ہے۔ اگر کوئی کسی کو پتھر مارے اسے چوٹ لگے تو آپ کیا کہیں گے برحق ہے؟ یہ ایک فطری نظام ہے۔ جادو شیطانی عملیات ہوتے ہیں لیکن بتایا یہ گیا کہ اگر کوئی جادو کرتا ہے تو اس کا رد کیا ہے؟ یعنی اس کا رد یہ ہے کہ آپ اللہ اللہ کریں، جادو کا شبہ ہے تو آخری دو سورتیں پڑھ لیا کریں پھر نماز کے بعد تین تین دفعہ پڑھ لیں اور پڑھ کر اپنے اوپر پھونک لیں۔ کسی دوسرے کو ضرورت ہے تو اسی طرح اس پر پھونک دیں ان سورتوں میں جادو کو برحق نہیں کہا گیا بلکہ جادو کا علاج بتایا گیا ہے۔ جادو بھی ایسے ہے جس طرح کسی کو کوئی گولی مار دے یا جیسے کسی پر پتھر پھینکتے ہیں کسی کو لاٹھی مارتے ہیں اسی طرح کی ایک حرکت ہے جس میں شیاطین کوشش کرتے ہیں پہلے تو جادوگروں سے کفریہ کلمات پڑھواتے ہیں ان کا ایمان ضائع کرتے ہیں پھر ہر ممکن کوشش کرتے ہیں کہ اس کا کچھ نہ کچھ اثر ہو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں محسوس فرمایا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود عالی تو پاکیزہ ترین اور لطیف ترین وجود مبارک تھا جو بالائے عرش بھی تشریف لے گیا تو یہ تعلیم امت کے لئے تھا۔ ہمیں سکھانے کے لئے تھا کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ اس کا علاج اللہ کی یاد ہے، اللہ کا ذکر ہے، قرآن ہے، قرآنی آیات ہیں۔ قرآن اور قرآنی آیات کا اثر لینے کے لئے ایمان کا درست ہونا شرط ہے۔ عقیدہ صحیح ہو، عمل میں کوشاں ہو اور رزق حلال اور طیب کھائے۔ اگر حرام کھائے گا تو شیطان کے پکڑنے کی بہت سی جگہیں بن جائیں گی چونکہ جو گوشت حرام سے بنتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا النار اولیٰ بہ نبت من السحت۔ گوشت کا جو حصہ حرام غذا سے بنتا ہے اس کا انجام دوزخ ہی ہے۔ اس کے لئے آگ ہی مناسب ہے۔

حدیث شریف میں ملتا ہے کہ بعض ایسے لوگ کسی وجہ سے کوئی نیک عمل ان کا مقبول ہو گیا وہ نجات پا جائیں گے لیکن غذا میں وہ حرام کھاتے رہے تو حرام گوشت کے ساتھ جنت میں نہیں جائیں گے انہیں جہنم میں ڈالا جائے گا۔ جس سے حرام گوشت جل جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ انہیں نیا گوشت پوست عطا فرما کر جنت بھیجیں گے۔

حرام کا بنا ہوا گوشت جنت میں نہیں جائے گا۔ تو اگر ہم کھانے پینے میں حلال رکھیں، پاکیزہ خوراک رکھیں، باقاعدہ پنجگانہ صلوٰۃ کی ادائیگی ہو، درود شریف پڑھیں، ذکر کریں تو اللہ شیاطین سے حفاظت فرماتے ہیں اگر بتقاضائے بشریت کبھی کوئی تکلیف ہو جائے تو اس کا علاج ہے۔

اصل کمال یہ ہے کہ انبیاء بھی انسانوں میں سے ہوئے ہیں ان کے رشتہ دار بھی ہوتے ہیں عزیز بھی ہوتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ کا وصال ہوا تو آپ کی گود مبارک میں تھے اور اشک مبارک رواں تھے تو عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کی چشم مبارک سے اشک رواں ہیں فرمایا یہ شفقت پدری ہے۔ یعنی وہ انسانی طبعی محسوسات انبیاء میں بھی ہوتے ہیں۔ تو فرمایا یہ شکایت کے آنسو نہیں ہیں یہ شفقت پدری ہے اس کا تقاضا ہے۔ انبیاءؑ کا کمال یہی ہے کہ ان سب محسوسات کے ہوتے ہوئے پوری دلجمعی سے اپنا کام جاری رکھیں خواہ شہید ہو جائیں۔ کتنے انبیاء شہید ہوئے، کتنے انبیاء ظلماً شہید کر دیئے گئے لیکن کسی نبیؑ نے کبھی تبلیغ سے ہاتھ نہیں روکا تبلیغ کرنے سے نہیں رکے۔ حکمرانوں نے کوشش کی بادشاہوں نے مخالفت کی آگ میں ڈالے گئے، شہید کر دیئے گئے، تکلیفیں دی گئیں، ایذائیں دی گئیں لیکن یہی کمال ہے۔ اگر انبیاءؑ مافوق الفطرت ہوتے، انہیں دکھ تکالیف یا ڈر خوف کچھ بھی محسوس نہ ہوتا تو پھر یہ کمال کیسے پاتے۔ تو یہاں فرماتے ہیں فرمایا وَلَا تَخَفْ پکڑ لو اور ڈرو نہیں اس میں دلالت ہے کہ امور طبعیہ کاملین میں بھی رہتے ہیں۔ بڑے سے بڑے جو کامل ولی اللہ ہوتے ہیں وہ بھی انسان ہوتے ہیں دکھ سکھ، گرمی سردی انہیں بھی ستاتی ہے۔ بھوک انہیں بھی لگتی ہے لیکن وہ حرام کی طرف نہیں جاتے ضرورت مند ہوتے ہیں غیر اللہ کے در پر نہیں جاتے۔

اکرم التفاسیر

سورۃ الشعراء 87 تا 104

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ O والصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ
مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ O اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ
الرَّجِیْمِ O بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ 87 یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ 88
اور جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے مجھے رسوانہ کیجیو۔جس دن نہ مال ہی کوئی فائدہ دے گا اور نہ بیٹے
اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ 89 وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ 90
ہاں مگر جو شخص اللہ کے پاس (کفر وشرک سے) پاک دل لے کر آیا (اس کی نجات ہوگی) اور پرہیزگاروں کے لیے جنت قریب کردی جائے گی
وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِلْغٰوِیْنَ 91 وَقِیْلَ لَہُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ 92
اور گمراہوں کے لیے دوزخ (سامنے) ظاہر کردی جائے گی۔اور ان سے کہا جائے گا وہ کہاں ہیں جن کی تم عبادت کرتے تھے۔
مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ہَلْ یَنْصُرُوْنَکُمْ اَوْیَنْتَصِرُوْنَ 93 فَکُبْکِبُوْا فِیْہَا ہُمْ وَالْغَاوٗنَ 94
اللہ کے علاوہ کیا وہ تم کو مدد دے سکتے ہیں یا خود اپنا بچاؤ کر سکتے ہیں؟ تو وہ اور سب گمراہ (بت اور بت پرست) اوندھے منہ اس دوزخ
وَجُنُوْدُ اِبْلِیْسَ اَجْمَعُوْنَ 95 قَالُوْا وَہُمْ فِیْہَا یَخْتَصِمُوْنَ 96
میں ڈال دیئے جائیں گے۔اور سب کے سب ابلیس کے لشکر بھی۔وہ وہاں آپس میں جھگڑیں گے اور کہیں گے
تَاللّٰہِ اِنْ کُنَّا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ 97 اِذْنُسَوِّیْکُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ 98
کہ اللہ کی قسم ہم واضح گمراہی میں تھے۔جب کہ تم کو (اے بتو! عبادت میں) پروردگار عالم کے برابر کرتے تھے۔
وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ 99 فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِیْنَ 100 وَلَا صَدِیْقٍ حَمِیْمٍ 101
اور ہم کو ان گناہگاروں نے ہی گمراہ کیا۔سو (اب) نہ کوئی ہمارا سفارشی ہے۔اور نہ مخلص دوست۔
فَلَوْ اَنَّ لَنَا کَرَّۃً فَنَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ 102
سو کاش! ہمیں (دنیا میں) پھر جانا ہوتا تو ہم ایمان لانے والوں میں ہوتے۔
اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً وَمَا کَانَ اَکْثَرُہُمْ مُّؤْمِنِیْنَ 103
بے شک اس (قصہ) میں بڑی دلیل ہے اور (اس کے باوجود) ان کے اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔
وَاِنَّ رَبَّکَ لَہُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ 104
اور بے شک آپ کا پروردگار بڑا زبردست (اور) مہربان ہے۔

ہر شخص کو یہ احساس رہتا ہے کہ کوئی ایسی بات نہ ہو کہ وہ لوگوں میں رسوا ہو جائے اس کی سبکی ہو۔بندہ ساری عمر اپنی عزت بچاتا رہتا ہے۔چند لوگوں کے سامنے اپنی عزت محفوظ رکھنا چاہتا ہے۔یہاں اسی بات کا ذکر ہو رہا ہے۔فرمایا: وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ O اور جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے مجھے رسوا نہ کیجیو یہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا حصہ ہے کہ اے اللہ جس دن اولین وآخرین، ساری مخلوق، تمام ذی روح وذی حیات جمع ہوں گے تو اس وقت کی ندامت سے محفوظ رکھنا۔اگلی آیات مبارکہ میں خود بتا دیا کہ آخرت میں کون ندامت سے بچے گا، کسے سرخروئی نصیب ہوگی؟ فرمایا، جس دن نہ مال ہی کوئی فائدہ دے گا اور نہ بیٹے ہاں مگر جو شخص اللہ کے پاس (کفر وشرک سے) پاک دل لے کر آیا (اس کی نجات ہوگی)۔

دنیا میں انسان عموماً بنیادی طور پر دولت کو باعث عزت سمجھتا ہے اور حتی الامکان کوشش کرتا رہتا ہے کہ دولت جمع کر کے ایک بڑا انسان بن جائے یا پھر اولاد، خویش واقارب کو قوت بازو کہا جاتا ہے۔قبیلہ، کنبہ، خاندان مضبوط ہوں، زور آور ہوں تو دنیا میں کامیابی کی علامت ہوتے ہیں۔یہ چیزیں جنہیں ہم دنیا میں بڑا باعث عزت سمجھتے ہیں جن کے بھروسے پر ہم زندگیاں گذارتے ہیں وہاں، ان کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔وہاں نہ دولت سے کسی کی عزت ہوگی نہ اولاد سے اس دن کی رسوائی سے صرف وہی بچے گا جو اللہ کریم کے پاس سالم دل لے کر آیا۔اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ علماء نے قلب سلیم کے ترجمے میں لکھ دیا ہے کہ جو دل کفر وشرک سے پاک ہو۔تراجم میں اتنی ہی گنجائش ہوتی ہے لیکن معاملہ اس سے کہیں آگے ہے۔

کفر وشرک سے پاک کون سا دل ہے؟ وہ دل کفر وشرک سے پاک ہے جس میں اللہ کی رضا کی طلب زیادہ ہے اور دنیوی جاہ وجلال کی طلب کم ہے یا ہے ہی نہیں۔ انسانی دل ایک وقت میں دو چیزیں اندر نہیں رکھتا کہ آخرت سے بھی محبت ہو اور دنیا سے بھی محبت ہو۔ ایک وقت میں ایک محبت دل میں رہ سکتی ہے۔ یہ غلطی نہی بھی نہیں ہونی چاہیے کہ کسی کے پاس دولت زیادہ ہے تو دنیا کی محبت میں گرفتار ہے ایسا نہیں ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ اعلیٰ قلب سلیم رکھتے تھے اور بہت بڑے مالدار بھی تھے بات یہ ہے کہ دولت حلال ذرائع سے کمائی گئی ہو۔ رزق حلال کمانا خود عبادت ہے۔ اللہ کریم نے دولت حاصل کرنے پر پابندی نہیں لگائی بلکہ دولت مندوں کو زکوٰۃ اور دیگر صدقات ادا کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ دولت ہی مقصد حیات نہ بن جائے کیونکہ جب دولت، طاقت، جاہ، حشم مقصد حیات بن جائے تو پھر قلب، قلب سلیم نہیں رہتا۔ یہ نازک بات ہے کہ بندہ دل کو ان سے کیسے بچائے؟ اس دنیا میں رہتے ہوئے ان چیزوں سے الفت کیسے نہ ہو؟ اس کا علاج قلب کو برکات نبوت سے پاک کرنے میں ہے۔ سارے کا سارا دین ہمیں نبی کریم ﷺ کی ذات والا صفات سے ملا۔ آج ہم قرآن پڑھ رہے ہیں یہ بھی حضور ﷺ کی وساطت سے ہمیں نصیب ہوا کیونکہ آپ ﷺ کے علاوہ کوئی دوسرا اس بات کا گواہ نہیں کہ کسی نے بھی وحی سنی تھی جب یہ آیت نازل ہوئی نہیں! سوائے حضور اکرم ﷺ کے کسی دوسرے نے وحی نہیں سنی۔ پھر حضور ﷺ نے آیات لکھوائیں، بتائیں، یاد کروائیں کہ یہ آیتیں ہیں، یہ قرآن ہے پھر قرآن کی تفسیر فرمائی۔ یاد رکھیں تفسیر اور قران کا سمجھانا بھی فرائض نبوت میں سے ہے۔ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ یہ آپ ﷺ کا منصب جلیلہ ہے کہ لوگوں کو بتائیں کہ ان کی طرف کیا نازل ہوا۔ نبی کریم ﷺ سے ہمیں قرآن پاک نصیب ہوا۔ قرآن پاک کی تفسیر اور پوری زندگی کے مسائل حدیث پاک میں ارشاد ہوئے۔ حدیث پاک سارے قرآن کریم کی تفسیر ہے۔ آپ ﷺ کا عمل، آپ کی پسند، آپ کے ارشادات، یہ سب قرآن کی تفسیر ہے اور اگر قوم بحیثیت مسلمان اسی تفسیر پہ متحد رہے تو اسلام میں کوئی فرقہ نہیں بنتا، فرقوں کی بنیاد وہاں سے شروع ہوتی ہے جہاں ہم اس تفسیر کو چھوڑ دیتے ہیں جو نبی کریم ﷺ نے فرمائی اور اپنی پسند سے تفسیر کرنے لگ جاتے ہیں پھر فرقے بن جاتے ہیں۔ یہ تو تھے علوم شریعت جو نبی کریم ﷺ سے ظاہر باہر تمام مسلمانوں کو قیام قیامت تک پہنچتے رہیں گے لیکن اس کے ساتھ برکات نبوت بھی تھیں۔ برکات نبوت بالکل الگ شعبہ ہے۔ آج کل تو ہم اس سے اتنے دور چلے گئے ہیں کہ اس کا نام لو تو بھی لوگ بھڑک اُٹھتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے، حق یہ ہے کہ آپ اندازہ کیجئے کہ عہد نبوی میں بھی ایسے لوگ موجود تھے جو ایمان لائے لیکن آپ ﷺ کے دار دنیا میں جب تک آپ ﷺ جلوہ افروز رہے تب تک حضور ﷺ کے سامنے نہیں جا سکے اور آپ ﷺ کے وصال عالی کے بعد مدینہ منورہ پہنچے بھی تو وہ صحابی نہیں کہلائے۔ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ اسی عہد زریں میں انہوں نے اسلام بھی قبول کیا۔ بعض ایسے حضرات ہیں جو جہاد میں شریک رہے اور غزوات میں مصروف رہے، مسلسل اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہے اور وہ بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضری سے محروم رہے وہ صحابی نہیں بنے۔ کچھ برکات وجود عالی کی تھیں جن کے لیے وجود عالی کے سامنے، نگاہ پاک کے سامنے جانا یا وجود عالی کو دیکھنا ضروری تھا جو دلوں سے دلوں میں منتقل ہو جاتی ہیں۔ تو جس کی نگاہ حضور ﷺ کے وجود عالی پر پڑی یا آپ ﷺ کی نگاہ عالی اس پر پڑی اس ایک نگاہ میں وہ صحابیؓ ہو گیا۔ صحابیت وہ اعلیٰ مرتبہ ہے جو نبوت کے بعد اعلیٰ ترین مرتبہ ہے جہاں صحابیت کی حد ختم ہوتی ہے نبوت شروع ہو جاتی ہے یہ تھیں برکات نبوت۔ جسے برکات نبوت نصیب ہوئیں اس کا دل سالم رہ گیا۔ الحمدللہ اسے قلب سلیم نصیب ہو گیا۔ ہر صحابیؓ کا دل قلب سلیم ہے۔ اس لیے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اصحابی کالنحوم میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں بایھم اقتد یتم اھتدیتم او کمال قال رسول اللہ ﷺ کہ جس کا دامن تھام لوگے ہدایت پاؤ گے۔ صحابہ کرام میں بھی بعض حضرات نے بعض چیزوں کو مختلف انداز میں سمجھا لیکن کوئی جھگڑا نہیں ہوا کسی بات کا ایک پہلو کسی ایک حضرت نے تھاما، دوسرا پہلو کسی دوسرے نے تھام لیا۔ ایک ارشاد عالی پہنچا ان تک، اس کے تین چار

پہلو تھے تو کوئی پہلو خالی نہیں جانے دیا۔کسی نے ایک سمجھ لیا کسی نے دوسرا تو حضور ﷺ نے فرمایا جس کے پیچھے لگ جاؤ تے تم ہدایت پا جاؤ گے کیونکہ سب ہدایت یافتہ ہیں سب کے قلب سلیم ہیں ایک پہلو پہ عمل کرلو یا دوسرے پہ کرلو تو قلب سلیم کا مقصد رضائے الٰہی بن جاتا ہے۔ دنیا چھوڑنی نہیں پڑتی۔دنیا کے سارے کام صحابہ کرام نے کیے۔پڑھا، پڑھایا بھی، کاروبار تجارت بھی کی، جہاد وغزوات بھی کیے، ممالک فتح بھی کیے، شہید بھی ہوئے، کافروں کو قتل کیا۔بھی شادیاں کیں اولادیں پالیں، زندگی کے سارے کام کیے لیکن کوئی کام ان کے دل میں نہیں گھس سکا کہ اس کام کی غرض سے وہ کام کریں۔وہ کام بھی اللہ کی رضا سے کیا۔ تو جیسا حضور عالی کا ارشاد ہے کہ مومن کی دنیا بھی دین بن جاتی ہے اور کافر کا دین بھی دنیا ہے۔کافر اگر کچھ مذہبی رسومات ادا کرتا ہے تو اس کا مقصد کوئی دنیوی فائدہ ہوتا ہے لہذا کافر کا دین بھی دنیا ہے۔مومن دنیا کے کام بھی کرتا ہے تو اس کا مقصد رضائے الٰہی ہوتا ہے لہذا اس کی دنیا بھی دین ہے جب قلب سلیم نصیب ہو تو دنیا بھی دین بن جاتی ہے کہ وہ زندگی کے جتنے کام کرتا ہے، روزی کمانے سے لے کر بال بچوں تک، والدین کی خدمت تک، معاملات تک، سیاسیات تک، امور تک، ان کا بنیادی مقصد رضائے الٰہی ہوتا ہے اور کوئی کام اللہ کے حکم کے خلاف نہیں کرتا۔تو قلب سلیم کے لیے وہ برکات چاہییں جو بارگاہ رسالت ﷺ سے صحابہؓ کو نصیب ہوئیں اور صحابہؓ کو بھی اتنی قوت سے نصیب ہوئیں کہ وصال نبوی صاحب علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد جو صحابہؓ کی صحبت میں آیا وہ تابعی ہو گیا۔ایک الگ درجہ اسے نصیب ہو گیا، اور وہ بھی بہ یک نگاہ ہو گیا جیسے بارگاہ رسالت میں بہ یک نگاہ صحابیؓ بن گیا صحابہ کے پاس جوان کی نگاہ میں آ گیا مومن، وہ تابعی بن گیا۔ تابعین کی صحبت میں جو پہنچا وہ تبع تابعی بن گیا۔اب صحابہؓ کی صحبت میں صحابیؓ نہیں بن سکے، وہ مقام نبوت تھا لیکن صحابہؓ میں پرتو جمال اتنا تھا کہ جوان کے سامنے آیا تابعی بن گیا۔تابعین کی صحبت میں پھر تابعی نہیں بن سکے، ایک درجہ کم ہو گیا۔جس نے تابعی کی صحبت پائی وہ تبع تابعین میں آ گیا اور اگر دنیا کا ہر بندہ مسلمان ہو کر ولی اللہ ہو جائے سب کی ولایت یکجا کی جائے تو تبع تابعین کی خاک پا کو نہیں پہنچتے۔تبع تابعین کا درجہ بھی اتنا بلند ہے کہ ساری دنیا کی ولایت جمع کر کے مینار بناتے جائیں تو وہ تبع تابعین کی خاک پا کو نہیں پہنچتا، نیچے رہ جائے گا۔اب یہ قوت صحابہؓ میں تو تھی کہ بہ یک نگاہ تابعی بن گیا لیکن تبع تابعین میں آ کر یہ عہد ختم ہو گیا پھر ضرورت پڑی کہ اپنے دل کو روشن کیا جائے صاف کیا جائے، آئینے کی طرح چمکایا جائے پھر ان کی بارگاہ میں جائیں تو پھر ولایت نصیب ہوتی ہے۔تبع تابعین کے بعد پھر یہ عہد آ گیا کہ جس نے یہ نعمت حاصل کرنی ہے وہ اللہ کا ذکر کرے، دل کو چمکائے، صاف کرے۔نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا لکل لِكُلِّ شَيءٍ صِقَالَةٌ وَصِقَالَةُ الْقُلُوبُ ذِكْرُ اللهِ (بیہقی) تو پھر ضرورت پیش آئی کہ دلوں کو ذکر الٰہی سے چمکایا جائے اور دل میں استعداد پیدا کی جائے کہ وہ ان برکات کو حاصل کرے۔تبع تابعین تک تو یہ موج رہی۔کیا خوش نصیب لوگ تھے وہ کہ کسی چیز کی ضرورت نہیں جیسا تیسا بھی دل کو ایک مرتبہ بارگاہ رسالت ﷺ میں لے جاؤ دل بھی صاف ہو گیا، سینہ بھی صاف ہو گیا قلب بھی سلیم ہو گیا۔درجہ صحابیت بھی ایک نگاہ میں نصیب ہو گیا۔تبع تابعین کے بعد وہ بات نہ رہی نہ تقسیم کرنے والی ہستیاں اس درجے کی رہیں جس درجے کے صحابہؓ تھے یا تابعین تھے۔پھر تبع تابعین تھے۔تبع تابعین کے بعد پھر اللہ کے بندوں نے محنتیں کر کے دلوں کو صاف کیا اور ان کی بارگاہ میں بیٹھے اور قلب سلیم حاصل کرنے کی کوشش کی۔لیکن یہ سلسلہ کیا ختم ہو گیا؟ نہیں! ہمیشہ کے لیے نبوت نبی کریم ﷺ والہ وسلم کی ہے۔جب تک سورج غروب وطلوع ہو رہا ہے شریعت محمد یہ ہے اور جب تک سورج طلوع وغروب ہو رہا ہے قلب سلم حاصل کرنے کا طریقہ بھی وہی برکات نبوت ہیں وہ نصیب ہوں تو ان کی اپنی لذت ہے۔جنہیں نصیب ہوتی ہیں ان کے سامنے دنیوی عہدوں اور دنیوی دولت اور دنیوی چیزوں کی کوئی قیمت یہاں دنیا میں ہی نہیں رہتی تو آخرت میں ہم کیا امید رکھیں گے کہ میرے بڑے عہدے سے مجھے کوئی رعایت ملے گی یا دولت سے ملے گی۔لیکن دنیا آزمائش کا گھر ہے نفس انسانی بھی ہر بندے میں موجود ہے شیطان بھی ہر بندے کے

پیچھے لگا ہوا ہے ایک شیطان تو پیدا ہوتے ہی ہر بندے کے ساتھ لگ جاتا ہے جسے قرین شیطان کہتے ہیں وہ ساری زندگی اسی کے ساتھ رہتا ہے بندہ مرجائے تو شیطانوں کی عمر چونکہ ہزاروں برس ہوتی ہے تو یہ وہیں بیٹھا رہتا ہے جہاں اسی کی قبر یا اس کی راکھ یا جہاں اس کا کوئی نشان خاک میں ہوتا ہے وہیں بیٹھا رہتا ہے اپنے وقت پر مرے گا۔ یہ جو مغرب میں بھی کرتے ہیں اور یہاں بھی عامل کہتے ہیں کہ ہم نے فلاں کی روح کو بلالیا تو روحیں کوئی نہیں بلاسکتا یہ تو وہی شیطان ہوتا ہے جو اس بندے کے ساتھ ساری عمر رہا اگر بات کرے تو لب ولہجہ بھی وہی ہوتا ہے اس کی ساری باتیں بھی زندگی کی اسے پتا ہوتی ہیں کیونکہ ساتھ رہتا ہے تو عامل جو بلاتے ہیں یہ روحیں نہیں ہوتیں وہ قرین شیطان ہوتا ہے۔ روح مرنے کے بعد یا اہل جہنم میں سے ہے اور یا اہل جنت میں سرفراز ہوتی ہے۔ جنتی روح کو کوئی دنیا کا لال پکڑ کر گھسیٹ کر دنیا میں لے آئے تو پھر جنت کی راحت کیا ہوئی اور جہنمی کو جہنم کی حوالات سے نکال کر لانا ممکن نہیں ہے۔ بہرحال قلب سلیم وہ روشن قلب ہے، قلب سلیم وہ روشن دل ہے جو برکات محمد رسول اللہ ﷺ سے جلا پائے۔ یہ جو ہمارے ہاں پیری مریدی کا رواج ہے اس کے صرف دو درجے ہیں۔ ایک درجہ ہے اصلاح کے لیے آپ کسی ہاتھ کے پر بیعت کرتے ہیں اسے بیعت اصلاح کہتے ہیں وہ اس قابل ہو کہ آپ کی راہنمائی کرسکے۔ حلال، حرام، جائز ناجائز، زندگی کے امور میں آپ کو مسائل سے آگاہ کرتا رہے اتنا علم اسے ہونا چاہیے وہ بیعت درست ہے۔ دوسری بیعت ہے جسے بیعت تصوف کہتے ہیں یہ حصول برکات اور قلب سلیم کے لیے ہے اور اس کی بنیادی شرائط میں سے ہے کہ جسے آپ شیخ اختیار کرتے ہیں وہ کم از کم خود فنافی الرسول ہو اور طالب کو فنافی الرسول کرانے کی اہلیت رکھتا ہو یہ کم از کم درجہ ہے اس کے بغیر بیعت تصوف حرام ہے اس سے کم درجے کے انسان سے نہیں کی جاسکتی۔ باقی دوسری بیعتیں ہیں جہاد میں موت کی بیعت ہوتی ہے لیڈر چننے کے لیے امارت کی بیعت یہ جو ہم ووٹ دیتے ہیں یہ امارت کی بیعت ہے ہم تصدیق کرتے ہیں یہ بندہ اہل بھی ہے یہ امانت دار بھی ہے، یہ معاملہ فہم بھی ہے، اس میں علم بھی ہے، استعداد بھی ہے دیانت دار بھی ہے، ہم ووٹ دیتے ہیں اب یہ پتا تو قیامت کو چلے گا کہ کس کو کس غرض سے ووٹ دیا تھا، میدان حشر میں جب چیزیں سامنے آئیں گی۔ ہم تو اس لیے ووٹ دیتے ہیں کہ برادری راضی رہے یا فلاں خوش رہے یا فلاں سے دوستی ہے وغیرہ۔ حقیقت میں یہ ایک شہادت ہے ہماری طرف سے کہ اس بندے کو عہدہ دیا جائے اس میں اہلیت بھی ہے اور یہ امانت دار بھی ہے۔

بہرحال یہ بات ہمارے زیر بحث نہیں ہے۔ ہماری بات اس وقت قلب سلیم سے ہے اور قلب سلیم وہ ہے جسے نور ایمان بھی نصیب ہو اور اس کے ساتھ برکات نبوت بھی نصیب ہوں۔ قلب میں روشنی بھی آئے ایسی کوئی ہستی، اللہ کا ایسا بندہ ملے جو قلوب تک وہ نعمت پہنچا سکتا ہو ورنہ رواج بن گیا ہے جیسے اسلام ہم نے رواجی اپنایا ہوا ہے نماز ہم نہیں پڑھتے، روزہ ہم نہیں رکھتے، زکوۃ ہم نہیں دیتے، حلال ہم نہیں کھاتے، سود ہم کھاتے ہیں اور مسلمان بھی ہیں۔ یہ محض روایتی اسلام ہے اللہ قبول کرے، معاف کردے، رحم کردے، وہ بہت بڑا رحم کرنے والا ہے لیکن ہماری طرف سے کوئی اسلام ہم نے حقیقتاً نہیں مانا ہوا۔ اسی طرح اگر کسی پیر میں استعداد نہیں ہے تو وہ خود محفوظ نہیں ہوگا، خود مجرم بن جائے گا دوسروں کی رعایت کیا کرے گا۔ کم از کم اگر بیعت اصلاح کرتے ہیں تو کسی بھی عالم سے کرلیں جو خود عالم باعمل ہو اور آپ کی رہنمائی کرسکے۔ بیعت تصوف کرتے ہیں تو پھر اس بندے سے کریں جو خود بھی فنا فی الرسول ہو اور آپ کے دل تک بھی برکات رسالت پہنچائے اور آپ کو بھی ان مراتب پر فائز کرسکتا ہو تب قلب سلیم نصیب ہوتا ہے تو فرمایا اس دن عہدوں کی اہمیت ہوگی نہ قبیلوں کی، نہ بیٹوں کی، نہ مال و دولت کی، نہ جائیداد زمین کی، نہ حکومت بادشاہ ہونے کی، اس دن صرف ان بندوں پر اللہ کا احسان ہوگا جو قلب سلیم لے کر اس کی بارگاہ میں آئیں گے فرمایا:

وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ اور وہاں تو قریب ہی جنت کو سجا دیا جائے گا اللہ کے نیک بندوں کے لیے وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَاوِينَ اور دوزخ کو بھی کھینچ کر لے آیا جائے گا وہاں کہ جنہوں نے دنیا میں

اللہ سے بغاوت کی ان کا ٹھکانہ بھی دکھا دو اور دوزخ جنت دونوں کون جنتی دوزخی دیکھیں گے ۔جنتی اللہ کا مزید شکریہ ادا کریں گے دوزخ کو دیکھ کر کہ اللہ تیرا احسان ہے تو نے ہمیں اس سے بچایا اور دوزخیوں کو جنت کو دیکھ دیکھ کر حسرت ہوتی ہے کہ ہم نے کیا کمایا۔ہم نے ایسی نعمتیں چھوڑ کر دوزخ اختیار کر لی۔ دونوں کو دکھا دیا جائے گا، ہر چیز سامنے آجائے گی، جنت سجادی جائے گی سامنے۔آج کیوں نہیں دکھادی جاتی ہے؟امتحان ہی یہی ہے کہ میری اور میرے نبی ﷺ کی بات پر تمہیں یقین ہے یا نہیں۔ امتحان ہی یہی ہے۔ دکھادی جائے تو پھر نبوت کی ،رسالت کی، کتابوں کی ،عبادت کی کیا ضرورت !دیکھ کر تو ہر کوئی مان لے گا۔کون ہے جو دیکھتے ہوئے دوزخ میں جائے گا۔ ہر کوئی جنت کی طرف بھاگے گا۔ آزمائش یہی ہے کہ کس کا ایمان محمد رسول ﷺ کی باتوں پر ہے اسے یقین ہے کہ نہیں؟ جسے یقین ہے اس سے بھی غلطی ہوسکتی ہے لیکن وہ فوراً توبہ کرے گا رجوع الی اللہ کرے گا اور اپنی جگہ پر قائم رہے گا کہ میں دامان نبوت کو نہیں چھوڑتا جس نے رسماً کلمہ پڑھ لیا یا جو کلمے سے ہی محروم رہا وہ تو سرے سے محروم رہا۔رسماً پڑھ لیا اور ساری عمر اطاعت نہیں کی عجیب بات ہے لیکن اس رسمی کلمے میں اتنی جان بھی ہے کہ اللہ چاہے تو اسے بخش دے یعنی کفر وشرک میں تو کوئی رتی بھر جان نہیں ہے کہ ان پر کسی طرح کے رحم کی کوئی توقع کی جاسکے۔تو ہم جو رسمی پڑھ لیتے ہیں کم از کم اس میں اتنی جان ہے کہ اللہ کریم چاہیں تو اسے بخش دیں، اس کے گناہ معاف کر دیں وہ ارحم الراحمین ہیں۔ یہ بھی اللہ کا احسان ہے کہ ہم مسلمان والدین کے گھر میں پیدا ہوئے اور الحمدللہ، اللہ کا شکر ہے کہ ہم نے زمین پہ سانس لینے کے ساتھ ہی اللہ کا نام سنا ،کان میں اذان کہی گئی توحید، رسالت کہی گئی اور ہوش سنبھالا تو والدین کو نماز ،روزہ کرتے دیکھا تو جو ٹوٹا پھوٹا نصیب تھا ہم بھی کرتے رہے اور یہ اللہ کا احسان ہے۔

اب کل میرے پاس ایک سوال آیا تھا امریکہ سے کہ جی اب لوگ کہتے ہیں کہ یہ جو بچے کے کان میں اذان دی جاتی ہے یہ کوئی دینی رکن نہیں ہے اس کی ضرورت نہیں ہے۔تو میں نے کہا ساری زندگی تو پتا نہیں ہمیں وہ نصیب ہوتا ہے کہ نہیں کم از کم بچوں کو اس سے تو محروم نہ کرو۔نئی تحقیقات آرہی ہیں مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی۔ میں ایک دفعہ کینیڈا گیا تو یونیورسٹی گیا تھا کیونکہ ہمارے اکثر لوگ وہاں سے دینیات میں پی۔ایچ ڈی کر کے آتے ہیں اور وہ بڑے فاضل مانے جاتے ہیں تو میں نے کہا یونیورسٹی تو دیکھیں مونٹریال شہر کے تقریباً درمیان میں مونٹریال یونیورسٹی ہے اور ایک پورے شہر جتنی ہے میں نے پوچھا بھئی یہاں دینی شعبے کی پی۔ ایچ ڈی کہاں ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ جی یہاں گرجا ہے اس کے کچھ کمرے دیئے ہوئے ہیں ان کلاسیز کو۔ وہاں میں گیا تو ایک پورے محلے جتنی تو بلڈنگ اس گرجے کے گرداگرد تھی جس میں مختلف علوم وہ پڑھاتے تھے تو ان میں سے کچھ کلاسز جو تھیں وہ اسلام کی بھی تھیں۔باتوں باتوں میں میں نے پوچھا کہ کتنے پروفیسر اس شعبہ اسلامیات میں ہیں جو آپ کو پی۔ ایچ ڈی کرا رہے ہیں تو انہوں نے کہا، تیرہ۔ کس کس مذہب سے تعلق رکھتے ہیں؟ انہوں نے کہا ایک مرد اور ایک عورت یعنی ڈیڑھ مسلمان ہے باقی ساڑھے گیارہ میں یہودی ہیں عیسائی ہیں کچھ دوسرے مذاہب کے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو اسلامیات پڑھا رہے ہیں اس لیے وہاں سے جو پی۔ ایچ ڈی کر کے آتا ہے وہ یہاں ایک نیا مذہب آکر شروع کر دیتا ہے۔

آج کل الہدیٰ' کے نام پر انہوں نے کیا ہوا ہے نئے نئے مسئلے نکالتے رہتے ہیں۔ ایک دن کوئی مجھ سے پوچھ رہا تھا کہ الہدیٰ' والے کہہ رہے ہیں جی فرصت ہو تو سنتیں نفل پڑھیں، نہیں ہے تو نہ پڑھیں چلو یہ تو گلے سے اتر گئے۔ پھر اور بھی اگر جلدی ہو تو ثنا نہ پڑھیں صرف سورۃ فاتحہ پڑھیں اور ایک آدھ آیت ساتھ ملا کر پڑھ لیں اور آخر میں بھی تشہد اور درود شریف بھی چھوڑ دیں درود بھی کوئی ضروری نہیں ہے تشہد میں بھی حضور کا ذکر خیر آجاتا ہے میں نے کہا یار کاٹتے کاٹتے آپ نے کچھ نہیں چھوڑا اس کے پلے کہ اتنا ہی فالتو سب کچھ تھا تو آپ کے نزدیک حضور اکرم ﷺ غیر ضروری کام کرتے رہے۔ سنت موکدہ کی اگر ضرورت نہیں تھی تو حضور اکرم ﷺ کیوں ادا فرماتے رہے۔ سنت موکدہ کو چھوڑنے والا گناہ گار ہوتا ہے۔ ہاں، نوافل میں یہ رعایت ہوتی ہے

کہ نوافل آپ کا اوور ٹائم ہے اگر نفل چھوڑ بھی دیتے ہیں نقصان ہوگا گناہ نہیں ہوگا لیکن جو برکات، جو انوارات ان سجدوں اور کوع میں ملتے تھے وہ نہیں ملیں گے نقصان بہر حال ہوگا گناہ نہیں ہوگا۔ سنت اگر موکدہ چھوڑیں گے تو گناہ ہوگا۔ اگر اس کے منکر ہو جائیں گے کہ یہ ضروری نہیں ہے تو کفر ہو جائے گا۔ اس لئے جو وہاں سے فاضل آتے ہیں وہ دین میں قطع و برید کے فاضل ہوتے ہیں۔ قینچی لی ہوئی ہے دین کو قطع کر رہے ہیں۔

الحمدللہ! اللہ کریم کا احسان ہے کہ ہمیں کلمہ توحید تو نصیب ہوا۔ اللہ قبول فرمائے اور ہمیں ہدایت پہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ فرمایا آج تو تمہارے پاس خبر ہے اور اصدق الصادقین رحمۃ اللعالمین کی زبان پاک سے خبر ہے۔ میدان حشر میں خود دیکھو گے اور پھر پوچھا جائے گا جنت بھی سجائی جائے گی دوزخ بھی بھڑکتی ہوئی گھسیٹ کر لائی جائے گی۔ پھر پوچھا جائے گا۔ وَقِيلَ لَهُمْ أَيْنَمَا كُنتُمْ تَعْبُدُونَ ○ مِن دُونِ اللَّهِ هَلْ يَنصُرُونَكُمْ أَوْ يَنتَصِرُونَ بھئی وہ کہاں ہیں اللہ کی عظمت کو چھوڑ کر، اللہ کی ذات کو چھوڑ کر جن سے تم نے امیدیں وابستہ کر لیں کہ وہ میرا کام کرے گا، وہ مجھے روزی دے گا، وہ مجھے صحت دے گا وہ کہاں ہیں؟ ان کو بلاؤ۔ أَوْ يَنتَصِرُونَ۔ کیا وہ اس قابل ہیں کہ آج تمہاری مدد کر سکیں؟ اللہ کے علاوہ جن کو تم اپنا حاجت روا سمجھتے رہے اور اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے والے سمجھتے رہے اور اللہ کے احکام کے خلاف ان کی اطاعت کرتے رہے اب وہ بت، وہ انسان اور دیوی دیوتا کہاں ہے۔ هَلْ يَنصُرُونَكُمْ کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں؟

هَلْ يَنصُرُونَكُمْ کیا تمہارے کام آسکتے ہیں؟ آج تمہیں اس جہنم جانے سے بچا سکتے ہیں؟ هَلْ يَنصُرُونَكُمْ کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں یا خود اپنے آپ کو بھی بچا سکتے ہیں تم نے ان کو بھی مروا دیا ان کو بھی تمہارے ساتھ ہی جہنم میں جھونکا جائے گا وہ تو اپنے آپ کو نہیں بچا سکتے تمہیں کیا کریں گے جو خود جہنم جا رہے ہیں تمہیں کیا کریں گے فَكُبْكِبُوا فِيهَا هُمْ وَالْغَاوُونَ وہ سارے بندے وہ سارے بت، وہ سارے شیطان، وہ سارے دیوی دیوتا اوندھے منہ الٹے کر کے دوزخ میں پھینک دیئے جائیں گے وَجُنُودُ إِبْلِيسَ أَجْمَعُونَ سارا لشکر ابلیس کا بھی ہے سارے شیاطین اس میں چلے جائیں گے قَالُوا وَهُمْ فِيهَا يَخْتَصِمُونَ اور وہاں پھر آپس میں ان کے جھگڑے ہونگے، لڑیں گے، ایک دوسرے سے جھگڑا کریں گے اور کہیں گے تَاللَّهِ إِن كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ اللہ کی قسم ہم نے یہی بہت بڑی غلطی کی۔ دنیا میں ہم نے دامن انبیاء کو چھوڑ کر اللہ کی راہ ہدایت کو چھوڑ کر ہم نے بہت بڑا ظلم کیا ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا اب وہ سارا ہمارے سر آ گیا إِذْ نُسَوِّيكُم بِرَبِّ الْعَالَمِينَ پھر گناہ گار کہیں گے ہم اللہ کے جو کائنات کا رب تھا، ساری کائنات کا پالنے والا تھا ہم اس کی اطاعت کے منکر رہے اور وہ ہمیں روزی دیتا رہا، ہمیں پالتا رہا، ہمیں موقعہ دیا، ہمیں صحت دی، ہمیں زندگی دی، اولاد دی، کون سی نعمت ہے دنیا کی جو اس نے ہمیں نہیں دی، ہم اس سے نعمتیں لیتے رہے اور سجدے اوروں کو کرتے رہے۔ اے باطل معبود! اب ہمارے کس کام کے ہو تم؟ کہ ہم تمہیں رب العالمین کے برابر درجہ دیتے رہے اور تمہاری پوجا کرتے رہے تو پھر وہ کہیں گے معاذ اللہ وَمَا أَضَلَّنَا إِلَّا الْمُجْرِمُونَ یہ خود سارے ہمراہ تھے، یہ خود سارے مجرم تھے ہمیں بھی مجرم بنا دیا۔ اب جو لوگوں سے سجدے کرا کے خوش ہوتا ہے اور اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے اللہ ہی ہدایت دے۔

میں ایک پیر صاحب کو جانتا ہوں۔ بڑی سی حویلی تھی اس میں وہ بیٹھے ہوئے تھے تو مرید جب آتے حویلی کے دروازے سے جب داخل ہوتے تو وہاں سے سجدے کرتے کرتے پیر صاحب تک آتے اور وہ بڑے اکڑ کر بیٹھے ہوتے تھے پھر وفات ہو گئی۔ زندگی میں وہ وصیت کر گئے کہ مجھے اسی حویلی میں اور یہ سامنے جو درخت ہے اس کے سائے میں جہاں میں بیٹھا ہوں یہیں میری قبر بنانا اب بھلا وصیت سے کون انکار کرے۔ اللہ کی شان ہے تین چار جگہ انہوں نے قبر کھودی فٹ ڈیڑھ فٹ کھودتے تو نیچے کیڑے نکل آتے۔ تین چار جگہ انہوں نے جگہ بدل کر کھودا لیکن جہاں قبر کھودتے فٹ ڈیڑھ دو فٹ جانے کے بعد نیچے سے سارے کیڑے مکوڑے نکل آتے کیا کریں بھئی۔ پھر انہوں نے یہ کیا کہ چار دیواری سی بنا کر اس میں ٹریکٹروں سے لا کر مٹی ڈال کر اس پہ

وہ پیر صاحب کا تابوت رکھ کر پھر ارد گرد انٹیں لگا کر پھر اور مٹی ڈال کر اونچا کر کے اسے دفن کیا، پھر اس پر قبر بنائی۔ اس بات سے بھی انہیں حیا نہیں آئی اور اللہ کا خوف نہیں آیا کہ اس بندے کو خود زمین نے قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے ہم کس بات کے سجدے کر رہے ہیں۔ پھر اس پر روضہ بنایا گیا اور جو بنیاد تھی روضے کی اس میں ٹریکٹر بلیڈ لگا کر چلائی گئی۔ اتنی مضبوط دیوار تھی اور میرا خیال ہے کم و بیش سوفٹ قریب بلند ہوگا وہ روضہ، کئی سٹپ میں اسے مکمل کیا اور کروڑوں روپے اس پہ لگ گئے اور بڑے خوبصورت جالیاں اور ٹائلیں اور ایک بیٹے کو گدی نشین بنا دیا اور اب بھی پھر بھی جو حویلی میں داخل ہوتا وہاں تک سجدہ کرتا جاتا۔ عقل انسانی پہ بھی حیرت ہوتی ہے عبرت کسی کو نہیں ہوئی۔ کتنی عجیب بات ہے کہ زمین نے قبر کے لیے جگہ نہیں دی۔ پیری مریدی کا یہ طریقہ بت پرستی سے بھی بدتر ہے اور اس میں دین نہیں بچتا اس میں قلب تباہ ہو جاتا ہے۔ سلیم تو سلیم قلب، قلب ہی نہیں رہتا تو ضرورت اس امر کی ہوتی ہے کہ جس چیز کی ہمیں ضرورت ہے، جن برکات کو ہم تلاش کرتے ہیں وہ اس بندے کے اپنے دل میں بھی کہ نہیں۔ جس کے پاس ہیں ہی نہیں وہ ہمیں کیا دے گا؟ کم از کم یہ تو تلاش کرنا چاہیے۔ ہم خانہ پری کر لیتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں پیر صاحب کو پیسے دے دیئے، دو سجدے کر دیئے، ہاتھوں پہ بوسہ دے دیا گھٹنے چوم لیے، چلو! ہماری نجات ہو گئی۔ دین مذاق نہیں ہے دین اللہ کا دیا ہوا نظام حیات ہے اور اس میں جان پڑتی ہے برکات نبوت سے۔ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ۔ بڑی حسرت سے کہیں گے کہ اب تو کوئی ہمارا سفارشی بھی نہیں اتنی مخلوق اللہ کی ہے انبیاء ہیں رسل ہیں اولوالعزم رسول ہیں صحابہؓ ہیں، تابعینؒ تبع تابعین ہیں اولیائے امت ہیں علمائے امت ہیں، بڑے بڑے لوگ ہیں لیکن ہمیں کوئی نہیں پوچھتا کوئی ہمارے کام نہیں آتا۔ ہمیں کوئی پوچھتا ہی نہیں وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ اور نہ ہی اب کوئی ہمارا گہرا دوست ہے دنیا میں بڑی دوستیاں بھی تھیں بڑے تعلقات بھی تھے بڑے بااثر بھی تھے۔ اب وہ سارا کچھ ہی غائب ہو گیا۔ نہ کوئی ہمارا دوست ہے، نہ ساتھی ہے، نہ سفارشی ہے، پھر سرد آہیں بھر کر کہیں گے فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ کاش ہمیں ایک بار پھر دنیا میں بھیج دیا جائے اور ہم وہاں ایمان کے ساتھ زندگی گزاریں۔ دوبارہ اگر اللہ کریم ہمیں زندگی دے دے آپس میں بات کر رہے ہوں گے کہ اب ایک راستہ ہے۔ کاش! ہمیں دنیا میں دوبارہ بھیج دیا جائے ہم وہاں ایمان لے آئیں گے۔ اس کے بارے اللہ کریم قرآن کریم میں دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر ان کو دنیا پہ لوٹا دیا جائے۔ لوٹانا تو ہے نہیں دنیا ختم ہوگئی، دار عمل ختم ہو گیا لیکن اگر ان کو لوٹا دیا جائے تو پھر وہی کام کریں گے اور اس کی وجہ ارشاد فرمائی کہ وہ کام ان کے قلوب میں بس چکے ہیں جب واپس جائیں گے تو سینے میں دل تو وہی ہوگا جو آلودہ تھا پھر وہ آلودگی کی طرف ہی جائے گا کیونکہ وہ برکات سے روشن نہیں تھا۔ نور ایمان سے روشن نہیں تھا۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ فرمایا، ان باتوں میں یہ جو قصہ یہ، جو حقیقت، یہ جو آخرت کی منظر کشی کی گئی ہے، یہ جو سارے حقائق بیان کئے گئے ہیں یہ بہت بڑی دلیل ہے ان میں راہنمائی کی ساری ضرورتیں پوری ہوتی ہیں۔ اسکے باوجود لوگوں کی اکثریت ایمان نہیں لاتی یعنی یہ سارے احوال سن کر۔ اللہ کے ذاتی کلام میں سنتے ہیں اللہ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات میں سنتے ہیں اور پھر دنیا پہ ہی فدا ہوتے ہیں پھر اللہ کے دین کی طرف نہیں آتے یا پھر ایمان نہیں لاتے۔ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ اور یہ بات نہیں ہے کہ یہ اللہ کی رسائی سے باہر ہیں۔ ایسی بات نہیں ہے اللہ غالب ہے۔ جب چاہے جسے چاہے پکڑ لے۔ جب جسے چاہے تباہ کر دے، عذاب نازل کر دے لیکن وہ بڑا رحیم ہے اس نے دنیا میں بندے کو اختیار دیا ہے دونوں راہیں کھول دی ہیں اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا دونوں راہیں سامنے رکھ دی ہیں۔ وہ شکر گزار بندہ بننا چاہتا ہے یا ناشکرا بننا چاہتا ہے۔ کفر کرنا چاہتا ہے یا ایمان لاتا ہے یہ اسکو اختیار دیا ہے۔ پھر وہ بڑا رحیم ہے اور اس نے اسے ایک مقررہ مدت تک مہلت دے دی ہے اور اس پر اسے اپنی طرف سے جو کچھ اللہ کو دینا چاہیے بندے کو وہ سارا دے رہا ہے۔ پیدا فرماتا ہے، ایک ایک بدن کے ایک ایک جزو میں وہ زندگی کی حیات کی لہر دوڑا دیتا ہے۔ رزق

دیتا ہے، عمر دیتا ہے، صحت دیتا ہے اولاد دیتا ہے۔ جو کچھ اللہ کی طرف سے ملنا چاہیے اللہ اپنا وعدہ پورا کرتا ہے، اپنا عہد نبھاتا رہتا ہے۔ اب جواباً جو کچھ بندے کو بارگاہ میں پیش کرنا چاہیے وہ نہیں کرتا تو اس کی بدنصیبی، جو کرتا ہے اسے اللہ اس کے کرنے سے کروڑوں گنا زیادہ درجہ دیتا ہے۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہوتا ہے اور مجھے بھی ڈاک آتی ہے کہ جی میں نمازیں بھی پڑھتا ہوں، روزے بھی رکھتا ہوں، صدقہ بھی بڑا دیتا ہوں، زکوٰۃ بھی دیتا ہوں لیکن ہمارا کام نہیں ہو رہا۔ بھئی نماز اللہ کو راضی کرنے کے لیے پڑھتے ہو یا کوئی کام بنانے کے لیے پڑھتے ہو۔ نیکی رضائے باری کیلئے کرتے ہو یا سودا کر رہے ہو اللہ سے کہ میں نمازیں پڑھوں گا اور تو میرا کام کردے۔ دنیا کے کام دنیا کے طریقوں کے مطابق کئے جاتے ہیں اور یہی اسلام ہے اور شرعی طریقے سے کئے جاتے ہیں غیر شرعی ذرائع استعمال کر کے کرو گے تو وہ جرم ہو جائے گا۔

یہ جو عبادات ہم کرتے ہیں اور اس پہ ہمیں ناز ہے یہ تو ہم وہ قیمت دے رہے ہیں جو ان کی نعمتیں ہم پہلے وصول کر چکے ہیں۔ ان عبادات پر مدار آخرت نہیں ہے۔ مدار آخرت اللہ کی رحمت پر ہے۔ یہ جو نماز روزہ جو عبادات اور صدقات ہم کرتے ہیں۔ اس کا انعام پہلے لے چکے ہیں۔ ارشاد ہے یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ لوگو! اللہ کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا تمہارے اگلوں کو باپ دادا کو پیدا کیا تاکہ تم پرہیزگار بن سکو۔ اس کا مطلب ہے کہ تخلیق اور صحت اور روزی اور رزق اور زندگی بھر کی نعمتیں جو ہم پہلے ہی لے چکے ہیں آج یہ نیکیاں کر کے ہم اس کا شکر ادا کر رہے ہیں۔

جو آخرت میں ملے گا وہ مزید اس کا انعام ہوگا ہم وہ خرید نہیں سکتے آخرت خریدی نہیں جاتی اور جو نعمتیں ہم حاصل کر چکے ہیں۔ ایک واقعہ حدیث شریف میں آتا ہے جبرائیل امین نے عرض کی بارگاہ رسالت میں کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا اسے جب ہوش سنبھالی اور دین کی طرف راغب ہوا تو وہ لوگوں سے الگ ہو کر ایک جزیرے پر چلا گیا اللہ نے اس کی خوراک وہاں مہیا کر دی۔ چشمے جاری کر دیے، پھل لگا دیے، وہ چشموں سے پانی پیتا، پھل کھاتا، نماز روزہ کرتا۔ چار سو سال زندہ رہا اور چار سو سال اس جزیرہ پہ اکیلا رہا اور رات دن عبادت کرتا رہا اور اللہ اس پر اتنے راضی تھے کہ جب اس کی موت آئی تو اللہ نے ملک الموت کو حکم دیا کہ اس سے پوچھ لو کس حال میں مرنا چاہتا ہے اس طرح اس کی جان قبض کرو۔ ملک الموت نے پوچھا کہ آپ کس انداز میں مرنا چاہیں گے تو اس نے کہا مجھے اجازت دو میں وضو کرتا ہوں، نفل (نیت کرتا) ہوں اور جب میں سجدے میں ہوں تو آپ میری روح قبض کرلیں میں چاہتا ہوں کہ قیامت کو جب اٹھوں تو سجدے سے اٹھوں۔

جبرائیل نے عرض کی، یارسول اللہ! میں اب بھی جب زمین پر آتا ہوں یا واپس جاتا ہوں تو میں دیکھتا ہوں صدیاں بیت گئیں لیکن اس کا وجود اسی طرح سالم ہے اور اس جزیرے میں سربسجود ہے بارش دھوپ گرمی وقت اس پر اثر نہیں کر سکا۔ لیکن عرض کریں گے کہ یارسول اللہ عجیب بات یہ ہے جو میں عرض کرنا چاہتا تھا کہ یوم حشر جب یہ اٹھے گا تو ارشاد باری ہوگا اذھبو ا بعبدی الی الجنة بر حمتی میری رحمت سے میرے بندے کو جنت میں بھیج دو تو اس وقت وہ عرض کرے گا کہ یا اللہ بے شک تیری رحمت بے شمار ہے لیکن چار سو سال میں نے بھی بغیر تیرے سجدوں کے اور کچھ نہیں کیا تو کچھ میرے سجدوں کی بھی کوئی قیمت ہوگی؟ ارشاد باری ہوگا کہ یہ عدل چاہتا ہے تو یہ تو معاوضہ تھا نا ان نعمتوں کا جو میں نے دی ہیں جو وہ پہلے وصول کر چکا ہے تو ان نعمتوں کے مقابلے میں ان سجدوں کا وزن کرلو۔ فرمایا صرف آنکھ کی بینائی رکھی جائے گی جو اس نے چار سو سال استعمال کی دوسری طرف اس کی ساری عبادتیں رکھی جائیں گی تو وہ کم پڑ جائیں گی اور اس کی قیمت زیادہ ہوگی اور عبادتیں بھی کم پڑ جائیں گی ایک نعمت کا بدلہ نہیں بن سکیں گی۔ کتنی نعمتیں انسان استعمال کرتا ہے فرمایا! حکم ہوگا اگر انصاف چاہتا ہے تو اسے اتنا عرصہ جہنم میں رکھو جب تک سب نعمتوں کی قیمت پوری ہوجائے پھر بات کریں گے۔ تب وہ عرض کرے گا بارالہا! مجھ سے غلطی ہوگئی مجھے معاف کردے تو معاف کرنے والا ہے، میں نے بہت غلط کیا تو ارشاد ہوگا اگر معافی چاہتا ہے رحمت چاہتا ہے تو اسے جنت بھیج دو اگر

عدل چاہتا ہے تو اپنا حساب پورا کرے تو بھی یہ جو ہم کر رہے ہیں جس پر ہمیں بڑا ناز ہے کہ میں نمازیں پڑھتا ہوں پھر بھی میری دوکان نہیں چلتی۔ تو یاد رہے کہ دکان چلتی ہے دنیا کے طریقے سے۔ جو نمازیں تم پڑھ رہے ہو، جو تمہارے پاس زندگی اور حیات کی نعمتیں بے پناہ ہیں اور تمہارے پاس پہلے سے ہیں، ان کا شکر ادا کر رہے ہو اور وہ بھی پورا نہیں ہو رہا ہے۔ آخرت میں بہترین انعامات ہیں لیکن سب اس کی عطا ہے ساری اس کی بخشش ہے ساری اس کی رحمت ہے۔

نبی اکرم ﷺ گھر میں جلوہ افروز تھے تو فرمایا اللہ کی رحمت کے سوا کوئی نہیں بخشا جائے گا جو بھی بخشا جائے گا اللہ کی رحمت کے سہارے بخشا جائے گا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ! آپ بھی؟ فرمایا بے شک میں بھی۔ عرض کیا آپ تو شفیع المذنبین ہیں آپ کی شفاعت کے سہارے تو لوگ بخشے جائیں گے۔ آپ نے فرمایا تو کیا یہ اللہ کی رحمت نہیں ہے؟ یہ بھی تو اللہ کی رحمت ہے مجھ پر۔ یہ تو اللہ ہی کا انعام ہے نا؟ تو وہ معاملہ اس کی عطا پر اور اس کی رحمت پر ہے اللہ کریم ہمیں روشن سینہ، سالم دل اور برکات نبوی ﷺ سے سرفراز فرمائیں۔ آمین۔ واخر دعوانا ان الحمدلله رب العلمین

طالبات کے لیے خوشخبری

کلاسز کا باقاعدہ آغاز 11 مئی 2015ء سے

18 مارچ 2015 سے داخلہ جاری

صقارہ گرلز سائنس اینڈ کامرس کالج کا اجراء

علاقہ ونہار میں نظام تعلیم میں ملٹی میڈیا متعارف کروانے والا پہلا ادارہ

کورسز:۔ F.Sc (Pre.Med)، F.Sc(Pre-Eng)، I.C.S.، I.Com، F.A.(I.T.)

نمایاں خصوصیات

- تدریس بذریعہ لیکچر سسٹم + ملٹی میڈیا
- M.Sc، M.Phil تجربہ کار اساتذہ
- ماہانہ ٹیسٹ کا خصوصی انتظام
- سٹوڈنٹس کے لیے Presentation اور Saminars کا انعقاد
- بورڈ کے امتحانات اور پروفیشنل ڈگری کی منظم اور بھرپور تیاری
- ہاسٹل کی سہولت، بہترین Mess، اعلیٰ سکیورٹی اور جنریٹر کی سہولت کے ساتھ
- لڑکیوں کی دینی ماحول میں بہتریں کردار سازی

گولڈن پیکیج:۔

میٹرک میں 90% سے زائد نمبرز پر مفت تعلیم	85% سے زائد نمبرز پر نصف فیس	حافظ قرآن کے لیے خصوصی رعایت

صقارہ گرلز سائنس اینڈ کامرس کالج، دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال۔
رابطہ: 0341-0642642، 0332-8384222، 0543-562200

شیخ المکرمؒ کی مجلس میں سوال اور اُن کے جواب

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

سوال: سیر نظری اور سیر قدمی کے فرق کے بارے ارشاد فرمائیں؟ اکثر مشائخ کے بارے ملتا ہے کہ وہ جسے سیر قدمی سمجھ رہے تھے وہ دراصل سیر نظری تھی، ایک منتہی یا سالک جس کو ایک منزل یا مقام کی کیفیت محسوس ہو رہی ہو یا مشاہدہ میں ہو تو کیسے پتا چلتا ہے کہ یہ سیر نظری ہے یا سیر قدمی ہے؟

جواب: اصل بات یہ ہے کہ جو چیزیں آپ نے پوچھی ہیں ان کو بتا بھی وہ سکتا ہے جو اس حال میں گزرا ہو، یا اس حال میں اس مقامات پر ہو، سمجھ بھی وہی سکتا ہے جو ان مقامات اور مراقبات پر ہو جو وہاں نہیں پہنچا وہ تصور تو کر سکتا ہے سمجھ نہیں سکتا۔ سیر نظری یہ ہوتی ہے کہ اہل اللہ جب ایک خاص مراقبے سے آگے قدم رکھتے ہیں تو نظر بھی بہت وسیع ہو جاتی ہے۔ اب یہاں مسجد کی چھت پر چڑھتے ہیں تو تین چار، پانچ میل تک ہم ہر چیز تک دیکھتے ہیں کیوں کہ وجود ساتھ ہے، نظر مادی ہے تو ہمیں پتا ہوتا ہے کہ میں تو مسجد کی چھت پر ہوں مجھے نظر آرہا ہے لیکن جب بات روح کی ہوتی ہے، مراقبات میں ہوتی ہے تو پتا چلتا ہے کہ میں اس چیز کے پاس ہوں لیکن حقیقتاً ہوتا یہ ہے کہ بندہ اپنی جگہ پر ہوتا ہے لیکن اسے اس طرح دیکھ رہا ہوتا ہے جیسے وہاں کھڑا ہے۔ اسے سیر نظری کہتے ہیں اور عموماً جن کے مراقبات کم از کم عرشی منازل میں ہوں یا عالم امر میں اللہ انہیں لے جائے تو یہ کیفیت ہوتی ہے مجھے یاد ہے ایک ساتھی کا وصال ہوا میں یہ چیزیں پوچھا نہیں کرتا ساتھی بتاتے رہتے تھے کہ جب وہ ان سے پوچھا کرتے تھے تو وہ آخری عرشی منازل کی باتیں کرتے تھے تو جب ان کا وصال ہوا تو وہ پہلے عرش پر تھے۔ برزخ میں اب ان کے منازل پہلے عرش پر ہیں۔ یہ فرق ہے پہلے عرش تک تو ان کے منازل تھے جسے سیر قدمی کہتے ہیں جہاں تک ان کی روح پہنچ گئی اب آگے جو کچھ وہ نویں عرش تک دیکھتے رہے وہ سیر نظری تھی۔ تو جب روح کو جو مقام ہوتا ہے اور روح کی بات ہوتی ہے تو روح جہاں تک دیکھ رہی ہوتی ہے تو بندہ سمجھتا ہے کہ وہ وہاں تک پہنچا ہوا ہے۔ تو سیر نظری بھی ان کو ہوتی ہے جن کی کوئی حیثیت ہوتی ہے ہر ایک کو نہیں ہوتی اور ایک مقام سے آگے جا کر یہ نصیب ہوتی ہے ہر ایک کو نہیں ہوتی۔ مبتدی کو نہیں ہوتی احدیت ،معیت، اقربیت میں نہیں ہوتی بہت آگے جا کر یہ کیفیت پیش آتی ہے۔

سوال: قرآن کریم میں تحت الثریٰ اور سجین کے الفاظ ملتے ہیں ان کے فرق کی وضاحت فرمائیں؟

جواب: تحت الثریٰ اس کائنات کی انتہائی گہرائی اور اس کے سب سے نچلے درجے کو کہتے ہیں۔ سجین دوزخ کے نچلے درجے کو کہتے ہیں تحت الثریٰ میں اور سجین میں یہ فرق ہے کہ تحت الثریٰ کائنات کا سب سے نچلہ درجہ ہے زمین کا نہیں۔ کائنات کا جو سب سے نچلا درجہ ہے اسے تحت الثریٰ کہا جاتا ہے اور سجین دوزخ کے نچلے درجے کو کہا جاتا ہے ان دونوں میں یہ فرق ہے۔

س۔ ضمناً کیا یہ دونوں برزخ کے مقامات ہیں؟

ج: نہیں سجین دوزخ ہے۔ تحت الثریٰ کائنات کا سب سے نچلا درجہ ہے اور دونوں واقع میں اپنی جگہ پر موجود ہیں برزخ میں نہیں اپنے مقام پر ہیں۔

سوال: قارون اپنے خزانے سمیت تحت الثریٰ میں دھنستا جا رہا ہے یا سجین میں دھنستا جا رہا ہے؟

جواب: بھئی میں اس سے ملا تو نہیں ہوں اور میرا اس سے کام بھی نہیں

ہے۔ جدھر جا رہا ہے جا رہا ہے اللہ نے خبر دی ہے، قرآن کریم نے خبر دی ہے کہ ہم نے اسے زمین دھنسا دیا اب جب وہ گھٹنوں گھٹنوں یا کمر تک پہنچا تو اس نے شور مچا دیا کہ موسیٰ (علیہ السلام) میری دولت حاصل کرنے کے لیے مجھے زمین میں دھنسا رہا ہے۔ اور اس نے میرے ساتھ یہ کیا تو اللہ کریم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ اس کے خزانے اٹھا کر اس کے سر پر رکھ دو کہ تم خود ہی اسے اٹھاؤ، ان خزانوں سمیت وہ زمین میں دھنس گیا۔ اب جب تک دنیا قائم ہے وہ نیچے سے نیچے چلتا رہے گا برزخ میں، پھر آخرت میں، حشر میں، میدان قیامت میں جا نکلے گا اپنا بوجھ لیے ہوئے۔ اب اس کائنات کی کتنی وسعت ہے کتنی تہیں ہیں جس میں وہ چلتا رہے گا جب تک دنیا ہے تو کہیں جا پہنچے گا یہ اللہ ہی بہتر جانے یہ اس کے علوم میں ہیں۔ یہ باتیں جو قرآن کریم نے بتائی ہیں وہ ہیں کہ اسے اللہ کریم نے اس کے خزانوں سمیت دھنسا دیا اور نیچے، نیچے، نیچے چلتا رہے گا۔

یہ بڑی عجیب بات ہے لاہور میں ایک مقبرے پر جانے کا اتفاق ہوا۔ اس مقبرے میں جو شخص مدفون ہے وہ چار سو سال پہلے دنیا میں ایک شہنشاہ کا بہت قریبی مصاحب تھا۔ اس کا مقبرہ بنایا گیا تھا۔ قریباً چار سو سال ہو گئے ہیں اسے مرے ہوئے لیکن جو میرے مشاہدے میں آیا وہ ابھی تک نیچے نیچے جا رہا ہے جہاں سے پھینکا گیا ابھی اپنی جگہ پہنچا نہیں ہے۔ چار سو سال اسے راستے میں ہو گئے ہیں کائنات میں کتنی وسعتیں ہیں، ابتدا کہاں ہے، انتہا کہاں ہے؟ یہ وہ مالک جانے انسان نہیں سمجھ سکتا کہ اس کی کتنی وسعتیں ہیں؟ کتنی تہیں ہیں، کہاں تک یہ جاتی ہے۔ تو ان مسافروں میں ایک قارون بھی ہے جو اپنے سارے بوجھ سمیت چلا جا رہا ہے۔ کہاں، کب پہنچے گا یہ اللہ کو معلوم ہے جو حاضر و غائب کا جاننے والا ہے۔

سوال: میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ قاری صاحب بھی ہیں اور علماء کرام بھی تشریف رکھتے ہیں تو یہ جو چھوٹے چھوٹے فقہی مسائل ہیں آپ ان سے پوچھ لیا کریں سارا دن بیٹھے رہتے ہیں تو کیا یہ ضروری ہے کہ مجھ سے پوچھتے ہیں؟ میرا موضوع تو تصوف ہے فقہ نہیں ہے اور میں مفتی بھی نہیں ہوں۔ تو یہ چھوٹے چھوٹے سوال آپ علماء سے پوچھ سکتے ہیں یہ ان کا سوال ہے کہ جمعۃ المبارک کے فرضوں کے بعد جو سنتیں ہیں ان کے بارے ارشاد فرمائیں کہ موکدہ ہیں یا غیر موکدہ؟

جواب: جمعہ کے دو فرضوں کے بعد چار سنتیں جو ہیں وہ موکدہ ہیں۔ دو سنتیں جو چار کے بعد ہیں ان کے بارے بعض انہیں موکدہ کہتے ہیں اکثریت انہیں غیر موکدہ کہتی ہے اور ہوتا عموماً یہ ہے کہ پڑھنے والے چار چھوڑ دیتے ہیں دو پڑھتے ہیں حالانکہ چار پڑھنی چاہییں دو چھوٹ بھی جائیں تو خیر ہے۔

سوال: عشاء کے بعد جو وتر پڑھے جاتے ہیں وہ تہجد کے نوافل کے بعد پڑھنے افضل ہیں یا عشاء کے بعد عشاء کے بعد وتر کی تعداد ایک رکعت ہے یا تین، کیا ایک رکعت بھی پڑھے جا سکتے ہیں۔

جواب: اگر تہجد یقینی ہوں تو تہجد کے ساتھ پڑھیں تو یہ حضور ﷺ کا معمول ہے اور اگر تہجد نہ پڑھے اور ساتھ وتر بھی جانے دے تو پھر عشاء کے بعد پڑھ لے یہ ہر آدمی کا اپنا ایک فعل ہے۔ وتر کی واجب رکعت جو ہے وہ ایک ہے۔ دو رکعت ساتھ سنت ملا کر نبی کریم ﷺ نے تین پڑھی ہیں لیکن بیماری کی حالت میں یا سفر میں، کسی مجبوری میں ایک رکعت بھی پڑھ لیں تو درست ہے۔ بعض صحابہ نے ایک ہی رکعت پڑھی ہے اور ایک رکعت میں تیس پارے قرآن بھی پڑھا ہے تو بعض صحابہؓ کا یہ عمل بھی رہا ہے جتنی رکعت ہوتی ہیں ان کو طاق کیا جاتا ہے۔ وتر کا مطلب طاق ہوتا ہے تو فرائض میں چونکہ مغرب کے تین فرض ہیں تو سارے فرائض جو ہیں وہ طاق ہو جاتے ہیں۔ باقی سارے جفت ہیں لیکن مغرب کے تین ہیں تو سنتیں اور نوافل جو ہم پڑھتے ہیں دن بھر ان کو طاق کرنے کے لیے وتر کی ایک رکعت جو ہے واجب ہے اور حضور ﷺ تین پڑھتے تھے تو دو ساتھ سنت ہو گئیں لیکن اگر کوئی مجبوری ہو تو ایک رکعت پڑھ لے تو درست ہے لیکن اسے معمول نہیں بنانا چاہیے کہ تین چھوڑ ہی دے اور ایک ہی پڑھا کرے۔

سوال: مسافر کے لیے قصر نماز کا حکم ہے؟

جواب: مسافر کہیں اس کا قیام پندرہ دن ہو جہاں پہنچا ہے وہاں پندرہ

دن رہنا ہو تو وہ مقیم ہو جاتا ہے لیکن پندرہ سے کم چودہ گیارہ، تیرہ دن رہنا ہے تو مسافر ہی رہتا ہے اور قصر ہی پڑھتا ہے۔ اگر جماعت کے ساتھ پڑھتا ہے تو پوری پڑھے گا۔ اگر الگ سے پڑھتا ہے تو قصر پڑھے گا اور اس میں یہ بھی ہے کہ قیام تو دس دن کا تھا کام نہیں ہو سکا تو دس اور ٹھہرنا پڑا تو دس، دس بارہ بارہ، چودہ چودہ دن بڑھاتا جائے تو پانچ چھ مہینے ہو جائیں مسافر ہی ہو گا جب نیت پندرہ دن کی کرے گا تو مقیم ہو گا۔

سوال: والدین اگر بیوی پر ظلم زیادتی کا حکم دیں اسے طلاق دینے کا حکم دیں تو بیٹے کو ان کا حکم مان لینا چاہیے؟

جواب: یار مجھے کہاں الجھا دیتے ہو میاں! اول حکم اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا ہے۔ والدین کا حکم شریعت کے اندر ہے تو ضرور مانا جائے ۔شریعت کو چھوڑ کر نہ والدین اللہ سے بڑے ہیں نہ رسول ﷺ سے۔

سوال: دفتر میں کوئی کام نہ ملازم سارا دن بیٹھ کر واپس آجائے تو روزی حلال ہے کہ نہیں؟

جواب: کام بھی جنھوں نے ملازمت دی ہے انہوں نے دینا ہے کام ہو اور نہ کرے فارغ بیٹھا رہے تو روزی حلال نہیں ہے۔ کام والے کام ہی نہ دیں تو اپنے وقت پر حاضر ہو چھٹی کے وقت فارغ ہو جائے۔

سوال: فوت شدہ والدین کو ایصال ثواب کے لیے ایسا کیا عمل کیا جائے کہ جس سے ان کو بھی آخرت میں فائدہ پہنچے؟

جواب: پہلے تو اپنے فرائض پورے کیے جائیں۔ پھر جو بھی نفل عبادت ہوگی آپ نفل نماز پڑھتے ہیں، تلاوت کرتے ہیں، تسبیحات کرتے ہیں تو اس کا ایصال ثواب کیا جا سکتا ہے میں نے کل، پرسوں بھی بتایا تھا مردوں کو ہی نہیں زندوں کو بھی دیا جا سکتا ہے۔ ایک آپ کا سرمایہ ہے آپ جسے چاہیں دے دیں۔ اللہ سے دعا کریں کہ اس کا اجر فلاں کے حساب میں لکھ دے تو اس کو مل جائے گا۔

سوال: ایصال ثواب کے لیے ختم جیسے چالیسواں، سالانہ، درود شریف دلانا چاہیے؟

جواب: ہاں یہ ہندوؤں کے رواج ہیں ضرور کرنا چاہییں۔ اسلام میں ایسا کچھ نہیں ہے۔ اسلام میں نہ دن کی قید ہے، نہ تین دن کی نہ چالیس دن نہ پانچ دن کی نہ مہینے کی نہ کسی کی۔ جب موقع ملے نفلی عبادت کرے، صدقہ دے۔ خیرات کرے، غریبوں کو کھانا کھلائے کوئی نیک عمل کرے اللہ سے دعا کرے کہ اس کا اجر میرے والد کو، والدہ کو یا فلاں بزرگ کو یا اس کو ملے وہ اس کے حساب میں چلا جائے گا۔ یہ دن مقرر کرنا اور چالیسواں یہ ساری ہندوؤں کی رسومات ہیں، اسلام میں ان کا کوئی تصور نہیں۔

سوال: نیت انعکاسی، نیت القائی، نیت اتحادی کی وضاحت کیجئے؟

جواب: یار جن کے پاس کچھ نہیں انہوں نے بہت سے نام رکھے ہوئے ہیں۔ انعکاسی، القائی اور اتحادی ایک ہی مفہوم ہیں۔ شیخ کے قلب میں جو انوارات ہوتے ہیں وہ جب طالب کے قلب پہ القاء کرتا ہے تو اسے القائی کہہ لیں، انعکاسی کہہ لیں، اتحادی کہہ لیں بات ایک ہی ہے۔ یہ ساری لمبی باتیں ان لوگوں نے بنا رکھی ہیں جن کے پاس عملاً تصوف سے مس نہیں ہے

سوال: قلب سلیم سے کیا مراد ہے؟

جواب: سلیم کہتے ہیں سالم محفوظ، ثابت یعنی اللہ کے حضور اس کا تعلق ایسا ہو کہ دوسری کوئی چیز دنیا و آخرت کی اس میں دخل انداز نہ ہو سکے، مشروط تعلق نہ ہو اور نہ یہ کہ فرصت ملی تو سجدہ بھی کر لیں گے۔ قلب سلیم یہ ہے کہ جو ہر طرح سے سالم اللہ کے لیے ہو باقی چیزوں کی حیثیت ثانوی ہو۔

سوال: نزول عیسیٰ تک سلاسل تصوف باقی رہیں گے؟

جواب: ضرور رہیں گے انشاء اللہ اور صوفی ہی سارے عالم اسلام کے ساتھ مل کر جہاد بھی کریں گے۔

سوال: ذکر اذکار مجاہدہ کی ضرورت رہے گی یا حضرت عیسیٰؑ کی نگاہ سے سارے منازل طے ہوں گے؟

جواب: حضرت عیسیٰؑ اللہ کے نبی ہیں اور نبیؑ ہمیشہ رہتا ہے لیکن نزول کے بعد وہ کام جو دنیا میں کریں گے وہ بحیثیت امتی کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ کے امتی کی حیثیت سے کریں گے۔ ان کی اپنی نبوت موثر نہیں ہوگی ورنہ تو پھر دین عیسوی کی لوگوں کو تبلیغ کریں۔ دین عیسویٰ کی تبلیغ نہیں کریں گے۔ اسی قرآن و سنت کی تبلیغ کریں گے اور وہ اللہ کے نبیؑ ہیں اور اللہ کے اتنے محبوب نبیؑ ہیں کہ ان کی ولادت پر بھی سلامتی کی خبر دی ان کے وصال پہ بھی، ان کے حشر پہ بھی۔ انبیاء میں سے ہیں لیکن

دوبارہ جب دنیا میں تشریف لائیں گے تو بحیثیت محمد رسول ﷺ کے امتی کام کریں گے اور اسی شریعت پر عمل پیرا ہوں گے۔

سوال: جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ کو دیکھا کیا یہ حدیث صحیح ہے؟

جواب: میں نے تو نہیں پڑھی، میری نظر سے نہیں گزری۔

سوال: ہم دنیا میں کسی رتبے والے شخص کے سامنے بات نہیں کر سکتے تو قیامت والے دن جلال الٰہی کے سامنے کس طرح اعمال کا حساب دیں گے

جواب: اس کی تیاری کریں وہ حساب لے لے گا ہم نے دینا نہیں اس نے لینا ہے۔ ہم نے سر پر اٹھا کے نہیں جانا کہ یہ میں نے بڑا کمال کیا ہے اس کا مجھے بڑا اجر دیا جائے۔ یہ پوچھنا اس نے ہے کہ کیا کیا ہے؟ اور کیا نہیں کیا ہے؟ وہ پوچھ لے گا۔

سوال: منازل سلوک اور معرفت الٰہی کا آپس میں کیا ربط ہے؟

جواب: معرفت الٰہی کا م نام ہی سلوک ہے۔ معرفت الٰہی کو حاصل کرنے کا نام سلوک ہے۔

سوال: کیا کسی کم منازل والے کو کسی بلند منازل والے سے زیادہ معرفت الٰہی کا ادراک ہو سکتا ہے؟

جواب: ایک بندہ لاہور بیٹھا ہے، ایک بندہ یہاں سے لاہور کی باتیں سن رہا ہے کس کو زیادہ ادراک ہوگا؟

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بقیہ حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا صفحہ نمبر 49

خلیفہ بننے سے پہلے وہ ایک مرتبہ حضرت بریرہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے اس سے مخاطب ہوکر زوردار انداز میں فرمایا ''عبدالملک غور سے سنو! میں تم میں کچھ ایسے آثار دیکھ رہی ہوں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کس دن تمہیں حکومت عطا کرے گا اگر تم حکمران بن گئے تو قتل وغارت اور خونریزی سے ہمیشہ بچنا۔ میں یہ اس لئے کہہ رہی ہوں کہ میں نے اپنے کانوں سے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس شخص نے کسی مسلمان کو ناحق قتل کیا ہوگا تو اس کو دھکے دے کر جنت کے دروازے سے ہٹا دیا جائے گا۔

حب رسول ﷺ:۔ انہیں خود نبی رحمتؐ سے، آپ ﷺ کے اہل بیت اور دیگر متعلقین سے بے حد رغبت تھی اور احترام کرتی تھیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد بیان کرنے لگتیں تو فرط عقیدت واحترام سے ان پر رقت طاری ہو جاتی اور آنکھیں پرنم ہو جاتیں۔

عادات واخلاق:۔ حضرت بریرہؓ کے گلشن اخلاق میں حب رسولؐ تحمل وبردباری، استغناء، زہد وتقویٰ، حق گوئی، سلامتی طبع اور مخلوق خدا کی خیراندیشی جیسے سب خوش رنگ پھول کھلے تھے۔ عبادت الٰہی سے انہیں خاص شغف تھا۔

اقوال:۔ بعض روایات میں حضرت بریرہؓ کے متعدد اقوال بھی نقل کئے گئے ہیں جو ان کی مومنانہ بصیرت اور فراست کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ چند اقوال یہ ہیں۔

(1) کسی کو نیکی کی بات بتانے میں بخل کرنا امانت میں خیانت کے مترادف ہے

(2) ہمیشہ رزق حلال سے اپنا پیٹ بھرو۔ اس میں بے شمار برکتیں ہیں

(3) لغو باتیں کرنے سے دل سیاہ ہو جاتا ہے پرہیزگار وہی ہے جو اپنی زبان پر قابو رکھے ضرورت سے زیادہ بولنے والا دروغ گوئی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

(4) کسی کے ساتھ نیکی کرو تو اس کا بدلہ نہ چاہو۔

(5) بہادر وہ ہے جو کمزور اور ناتواں پروار نہیں کرتا اور نہ کمزور سے انتقام لیتا ہے۔

(6) غنی وہ ہے جو حاجت مندوں کی حاجتیں پوری کرے۔

(7) کسی کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے احتراز کرو کیونکہ یہ بعض اوقات ذلت کا باعث بن جاتا ہے۔

(8) دنیا کے فائدے چند روز ہیں ان کے لئے زیادہ دوڑ دھوپ نہ کرو۔

(9) جھوٹ بولنا بہت بڑا فتنہ ہے ہمیشہ راست بازی سے کام لو۔

(10) اپنا کام خود کرو۔ دوسروں کے محتاج نہ بنو۔

(11) بات ہمیشہ سیدھی اور صاف کرو کسی کو غلط فہمی میں مبتلا کر کے اپنا مطلب نہ نکالو

☆☆☆☆☆☆☆

شرائط برائے مراقباتِ سالکین

(لطائف، مراقبات ثلاثہ، سیرِ کعبہ، روضہ اطہر، مسجدِ نبوی ﷺ، روحانی بیعت، فنابقا، سلک المجذ وبی اور عرشی منازل)

نوٹ:۔ یہ شرائط عمومی ہیں مزید برآں اسباق کی ترقی کا انحصار سالک کی استعداد پر ہے۔ بعض کو ان اوقات سے پہلے بفضلِ اللہ استعداد نصیب ہو جاتی ہے اور بعض کو ان اوقات سے زیادہ وقت درکار ہوتا ہے۔ یہ ذمہ سبق کرانے والے ذمہ دار پر آتا ہے کہ سبق کراتے وقت سالک کی استعداد کا خیال رکھے۔

i۔لطیفہ قلب بہت بڑی اہمیت کا حامل مقام ہے، سالک کو انتہائی محنت اور محبت سے یہ اہمیت سمجھائی جائے اور باقی لطائف بھی فوراً نہ کروائے جائیں۔ وقت کے ساتھ استعداد بھی دیکھی جائے۔

ii۔تمام اگلے اسباق کرانے سے پہلے یہ ضرور دیکھا جائے کہ سالک کو کچھ نہ کچھ اپنے سبق کی سمجھ آتی ہو۔

1۔ لطائف:۔

ا۔ جسے ذکرِ الٰہی کی دعوت دی جائے اور وہ دعوت قبول کر لے تو اسے لطیفہ قلب کرا دیا جائے۔

۲۔ اگر وہ ذکر میں با قاعدہ ہو تو ساتوں لطائف کرا دیے جائیں مگر ہر لطیفہ پر کم از کم ایک مہینہ محنت کرائی جائے۔

۳۔ جب لطائف شروع کر دے، تو اس کے عقائد اور ظاہری اعمال کی اصلاح کی کوشش کی جائے۔

۴۔ اسے حضرت شیخ المکرم مدظلہٗ العالی کی خدمت میں پیش کیا جائے۔

۵۔ غسل، وضو اور نماز کے مسائل سکھائے جائیں اور نمازِ پنجگانہ کا عادی بنایا جائے۔

2۔ مراقبات ثلاثہ:۔

ا۔ظاہری بیعت کے بعد 7 لطائف کی تکمیل ہوگی اس کے بعد مراقبات ثلاثہ کرائے جائیں۔ استعداد کمزور ہونے کی صورت میں مراقباتِ ثلاثہ الگ الگ کرائے جائیں اور کم از کم دو مہینہ ایک مراقبہ پر محنت کرائی جائے۔ تقریباً ایک سال مراقباتِ ثلاثہ پر محنت کرائی جائے۔

۲۔ خواتین کو ثلاثہ تک مراقبات صاحبِ مجاز کرا سکتے ہیں۔ اس سے آگے کے مراقبات حضرت شیخ المکرم مدظلہ العالی خود کرائیں گے بوقتِ ضرورت قائم مقام شیخ صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان کروائیں گے۔

۳۔ المرشد کا خریدار ہو۔

۴۔ مراقبات کی کیفیات جاننے کے لیے کنوزِ دل کا مطالعہ کرے۔

۵۔ نمازِ پنجگانہ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ تہجد، تلاوتِ کلام پاک اور درود شریف کثرت سے پڑھنے کی تلقین کی جائے۔

۶۔ دعوت الی اللہ شروع کرے۔

۷۔ مقامی پروگرموں اور دارالعرفان کے اجتماعات میں حاضری زیادہ ہو۔

۸۔ غسل، وضو اور نماز کے مسائل جانتا ہو۔ اس کے لیے مفتی کفایت اللہ کی کتاب ''تعلیم الاسلام'' پڑھنے کی تلقین کی جائے۔

3۔ سیرِ کعبہ:۔

ا۔ جب مراقبات ثلاثہ راسخ ہو جائیں اور ظاہری اعمال بھی درست ہونے لگیں تب سیرِ کعبہ کرایا جائے۔ طواف، سیرِ صلاۃ، سیرِ قرآن اور ملتزم پر دعا اس مراقبے کے حصے ہیں۔ 6 ماہ سے ایک سال تک استعداد کا خیال کرتے

ہوئے سالک کو محنت کرائی جائے۔
۲۔تہجد میں باقاعدگی اور درود شریف کی کثرت۔
۳۔ماہانہ اجتماع دارالعرفان میں باقاعدگی۔
۴۔دعوت الی اللہ کی محنت۔
۵۔مراقبات کی کیفیات جاننے کے لیے کنوزِ دل کا مطالعہ کرے۔
۶۔داڑھی رکھنے کی ترغیب دینا۔
۷۔معاملات اور اخلاقیات میں بہترین کارکردگی کا حامل ہونا۔

4۔ روضہ اطہر و مسجد نبوی ﷺ:۔

یہ ایک ہی مراقبہ کے دو پہلو ہیں۔ جب سالک کو روضہ اطہر کرایا جاتا ہے تو مسجد نبوی ؐ کی استعداد بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ اس لیے یہ مراقبات اکٹھے ہی کرائے جائیں۔ ان مراقبات پر تقریباً دو سال محنت کرائی جائے۔

۱۔داڑھی کا سنت کے مطابق ہونا
۲۔روزمرہ زندگی کے جملہ امور میں نبی رحمت ﷺ کی سنتوں کو زندہ کرنا۔
۳۔درود شریف کثرت سے پڑھنا۔
۴۔سیرت النبی ﷺ کا مطالعہ کرنا (مجوزہ کتب:
ا۔نشر الطیب فی ذکر الحبیب ﷺ
از مولانا اشرف علی تھانویؒ
ب۔ النبی الخاتم ﷺ از مولانا مناظر احسن گیلانیؒ)
۵۔مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ کرنا:۔
ا۔کنوزِ دل از حضرت شیخ المکرم مدظلہٗ العالی ب۔
۲۔دیارِ حبیب ﷺ میں چندروز از حضرت شیخ المکرم مدظلہٗ العالی
۳۔اسرار الحرمین از حضرت مولانا اللہ یار خانؒ
۴۔خدایا ایں کرم بارِ دگر کن از حافظ عبدالرزاق"
۵۔جماعت کرانے کے لیے ترغیب دیں۔
۶۔دعوت الی اللہ میں اضافہ۔
۷۔نمازِ جنازہ پڑھانے کی ترغیب دیں۔
۸۔طریقہ ذکر اور ذکر الٰہی کی دعوت دینے کے لیے قرآنی آیات اور احادیث کی روشنی میں بیان کرسکتا ہو۔ (مجوزہ پمفلٹ: ذکر اللہ قرآن وحدیث کی روشنی میں)

5۔ روحانی بیعت:۔

فنائی الرسول ؐ حضرت شیخ المکرم مدظلہٗ العالی خود کراتے ہیں۔

۱۔مسجد نبوی ﷺ کے مراقبہ کو کم از کم دو سال ہو چکے ہوں۔ روحانی بیعت کے بعد تقریباً ایک سال محنت کرائی جائے۔
۲۔تلاوت قرآن کریم باقاعدگی سے کرتا ہو۔
۳۔تفسیر اسرار التنزیل اور اکرم التفاسیر کا مطالعہ کرتا ہو۔
۴۔صبح شام ذکر الٰہی کی باقاعدگی کے ساتھ دعوت الی اللہ بھی دیتا ہو اور کہیں نہ کہیں نئے احباب کو ذکر کراتا ہو۔
۵۔نماز پنجگانہ اور نماز جنازہ پڑھا سکتا ہو۔
۶۔تہجد کا پابند ہو۔
۷۔نماز، وضو، غسل اور طہارت کے مسائل سے واقف ہو۔
۸۔کثرت سے درود شریف پڑھتا ہو۔
۹۔المرشد کا خریدار ہو۔
۱۰۔ہشت روزہ کورس کیا ہو۔ (علمائے کرام یا وہ احباب جنہوں نے اسلامیات میں MA کیا ہو، مستثنیٰ ہیں)
۱۱۔مقامی اجتماعات دارالعرفان کے اجتماعات اور اعتکاف میں حاضری دیتا ہو۔
۱۲۔کنوزِ دل کا مطالعہ کر رکھا ہو۔
۱۳۔معاملات، لین دین، کاروبار اور ملازمت شریعت مطہرہ کے مطابق ہو۔
۱۴۔اقامت دین اور سلسلہ عالیہ کی ترویج کے لیے خرچ بھی کرتا ہو۔
۱۵۔سلسلہ عالیہ کی تمام کتب اور المرشد خود بھی پڑھتا ہو اور تقسیم بھی کرتا ہو۔

6۔ فنا بقا:۔

دوائر محبت، مراقبہ اسم ظاہر و باطن تک کے اسباق سالک کو مراقبات ثلاثہ کے بعد بھی کرائے جا سکتے ہیں اور ان کے بغیر بھی سیر

کعبہ کا سبق کرایا جاسکتا ہے۔ وگرنہ عمومی طور پر روحانی بیعت کے بعد کرائے جاتے ہیں۔

۱۔ روحانی بیعت کے کم از کم ایک سال بعد فنا بقا کرایا جائے اور ان مراقبات پر تقریباً دو سال محنت کرائی جائے۔

۲۔ عملی زندگی میں حقوق العباد کی اصلاح اور کردار کی خوبی میں اضافہ۔

۳۔ فنا بقا سے قبل دوائر ثلاثہ، مراقبہ اسم ظاہر و باطن اور سجدہ عبودیت بھی کرادیا جائے۔

۴۔ مندرجہ بالا مراقبات کی تفصیل اور کیفیات جاننے کیلئے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ ضروری ہے۔

۱۔ کنوزِ دل

۲۔ رموزِ دل

۳۔ تصوف اور تعمیر سیرت۔

7۔ سالک المجذوبی:۔

یہ مراقبہ حضرت شیخ المکرم مدظلہٗ العالی خود کراتے ہیں، اسکی شرائط مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ روحانی بیعت کے بعد اس مراقبہ پر تقریباً دو سال محنت کی ہو۔

۲۔ سہ ہفتہ کورس کیا ہو۔

۳۔ کنوزِ دل کا مطالعہ کر رکھا ہو۔

۴۔ لطائف سے لے کر فنا بقا تک جو شرائط بیان ہوئی ہیں وہ سب بھی مکمل ہوں۔

8۔ عرشی منازل:۔

یہ منازل بھی حضرت شیخ المکرم مدظلہٗ العالی خود کراتے ہیں، اسکی شرائط مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ مندرجہ بالا تمام شرائط مکمل ہوں۔

۲۔ سالک المجذوبی کو کم از کم دو سال ہو چکے ہوں۔

۳۔ پنج ہفتہ کورس کیا ہو۔

۴۔ کنوزِ دل کا مطالعہ کر رکھا ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆

صقارہ ایجوکیشن سسٹم کا مرکزی ادارہ علوم جدیدہ اور دینیہ کا حسین امتزاج
صقارہ سائنس کالج
SIQARAH
بزرگان دین کی سرپرستی بچوں کی سیکورٹی کا اعلیٰ انتظام صاف ستھرا ماحول
داخلہ 2015 برائے جماعت چھٹی تا بارھویں
سپیشل آفر
یکم اپریل سے فسٹ ائیر کی کوچنگ کلاسسز کا مفت آغاز
پری میڈیکل پری انجینئرنگ کمپیوٹر سائنس اینڈ آرٹس گروپ
سیلکشن: امیدوار کا تحریری امتحان، انٹرویو اور میڈیکل پاس کرنا لازم ہے
نمایاں خصوصیات
جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کشادہ کیمپس
فیس کم، معیار اعلیٰ، بھائیوں کیلئے فیس میں خصوصی رعایت اور میرٹ اسکالرشپ
مستعد اور تجربہ کار اساتذہ
نظم وضبط اور اسلامی شعائر کی پابندی
کھیلوں کے وسیع وعریض میدان
والدین کو sms کے ذریعے حاضری اور امتحانی نتائج کی فوری اطلاع
داخلہ جاری ہے
ہاسٹل کی سہولت موجود ہے
پرنسپل: ملک اختر حسین ایم فل کیمسٹری۔ بی ایڈ۔ ایم ایڈ
صقارہ سائنس کالج دار العرفان منارہ ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال
For more Info: www.Siqarahedu.com Mob: 0313-6919797 Ph: 0543-562222

ذکر خفی

مولانا محمود خالد، بہاولپور

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَۃً وَّدُوْنَ الْجَھْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَکُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ (پ9، سورۃ الاعراف 205)

اور اپنے پروردگار کو دل ہی دل میں یاد کریں عاجزی اور خوف سے اور اونچی آواز کے بغیر صبح وشام (ہمہ وقت) اور کبھی بھولنے والوں میں شامل نہ ہوں۔

اس آیت کریمہ کے حوالے سے ذکر خفی قلبی بارے علماء مفسرین کے ارشاد ملاحظہ فرمائیں:

''یاد کریں آپ اپنے پروردگار کو اپنے جی میں۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ اس جملے کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں کہ آپ یاد کریں اور دوسروں کو بھی حکم دیں کہ ہر شخص ایسا کرے نیز تمام امتیوں کو بھی اس بات کا حکم دے دیں اور خود بھی اس بات پر عمل کریں۔''

(معالم العرفان ج8 ص670)

ابی جعفر محمد جریر طبری صاحبؒ (المتوفی 310ھ) لکھتے ہیں:

حضرت مجاہد فرماتے ہیں ''سب کو حکم دیا گیا ہے کہ اسے (اللہ تعالیٰ کو) عاجزی سے اور ڈرتے ہوئے اپنے دلوں میں یاد کریں۔''

حضرت عبید بن عمر فرماتے ہیں: اللہ رب العزت فرماتے ہیں: ''جب میرا بندہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے میں بھی اسے دل میں یاد کرتا ہوں، جب میرا بندہ مجھے اکیلا یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اکیلا یاد کرتا ہوں اور جب وہ مجھے کسی جماعت میں یاد کرتا ہے میں اسے ان سے احسن واکرم (جماعت میں) یاد کرتا ہوں۔

1۔ (جامع البیان المعروف تفسیر طبری ج9 ص166، 167

2۔ امام جلال الدین السیوطیؒ کی تفسیر درمنشور ج 3 ص659)

قاضی القضاۃ ابی السعود محمد بن محمد العمادی صاحب (المتوفی 951ھ) لکھتے ہیں:

''اس میں رسول اللہ ﷺ کو خاص خطاب ہے اور یہ تمام اذکار کے لئے عام ہے، اخفاء میں اخلاص زیادہ ہے اور قبولیت کے زیادہ قریب ہے۔''

(تفسیر ابی السعود ج2 ص224)

صوفی عبدالحمید سواتی صاحبؒ لکھتے ہیں:

''امام ابوبکر جصاصؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ذکر نفسی بھی ہوتا ہے جو کہ اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت، اس کی قدرت اور دلائل قدرت میں غور وفکر کے ذریعے کیا جاتا ہے یہ غور وفکر ایسی عبادت ہے جس میں ریا کا کچھ دخل نہیں ہوسکتا اگر غور وفکر کرے گا تو اس کے دل میں اللہ کی پہچان اس کی عظمت اور بڑائی بیٹھے گی۔''

(معالم العرفان ج8 ص672)

علامہ ابومحمد عبدالحق حقانی دہلوی صاحب لکھتے ہیں:

''وَاذْکُرْ رَّبَّکَ جب قرآن مجید کے سننے کا حکم دیا جو ایک جماعت تھی تو اس کے بعد بندہ کو از خود بھی ذکر الٰہی کا حکم دینا کلام سابق کا تتمہ بیان کر دینا ہے اور نیز قصص واحکام وعظ وپند بیان کر کے سورۃ کو ذکر الٰہی کے حکم پر تمام کرنا گویا تمام شریعت کا عطر کھینچ دینا ہے اور دنیا کے سب کاروبار کا آخر بتلا دینا ہے ذکر خواہ بالقلب ہو خواہ باللسان خواہ قرآن مجید کے پڑھنے سے ہو خواہ اس کا کوئی نام پاک ورد کرنے سے علیٰ حسب مراتب سب ذکر الٰہی ہے۔

(تفسیر فتح المنان المشہور بہ تفسیر حقانی ص 451)

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحب ؒ لکھتے ہیں:

''حضرت ابوھریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں اپنے بندہ کے گمان کے مطابق ہوتا ہوں۔ اگر وہ میری یاد دل میں کرتا ہے تو میں بھی اس کا ذکر اپنے باطن میں کرتا ہوں اگر وہ میرا ذکر جماعت میں کرتا ہے تو میں اس کا ذکر ایسی جماعت میں کرتا ہوں جو اس کی جماعت سے برتر ہوتی ہے۔'' (متفق علیہ)

علماء کا اجماع ہے کہ سری ذکر افضل ہے... ذکر میں اصل اخفا ہے... سری ذکر افضل ہے صحابہؓ اور تابعینؒ کا اسی پر اتفاق رہا ہے۔

''حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر پر جہاد کیا تو راستہ میں مسلمان ایک وادی سے گزرے اور انہوں نے چلا کر تکبیریں کہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اپنے لئے سکون اختیار کرو۔ تم کسی بہرے یا غیر حاضر کو نہیں پکار رہے ہو بلکہ اس کو پکار رہے ہو جو سننے والا اور قریب ہے۔ (رواہ البغوی)

ذکر کی تین اقسام ہیں.... (۳) بغیر زبان کے صرف قلبی اور روحی اور نفسی ذکر کرنا یہی ذکر خفی ہے۔ جس کو اعمال نامے لکھنے والے فرشتے بھی نہیں سن پاتے۔ ابویعلی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ ذکر خفی جس کو اعمال ناموں کو لکھنے والے فرشتے بھی نہیں سن پاتے (ذکر جلی سے) ستر ہزار درجے فضیلت رکھتا ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا اور اللہ حساب کے لیے سب لوگوں کو جمع کرے گا اور فرشتے اعمال نامے اور تمسکات لے کر حاضر ہوں گے تو اللہ تعالی ان سے فرمائے گا، دیکھو اس بندہ کی کوئی چیز رہ تو نہیں گئی، فرشتے عرض کریں گے، ہم کو جو بھی معلوم ہوا اور ہماری نگرانی میں جو کچھ ہوا، ہم نے سب کا احاطہ کر لیا اور لکھ لیا، کوئی بات نہیں چھوڑی۔ اللہ تعالی فرماتا ہے اس کی ایک نیکی ایسی بھی ہے جس کا تم کو علم نہیں میں تم کو بتاتا ہوں۔ وہ نیکی ذکر خفی ہے۔ میں کہتا ہوں اس کا سلسلہ نہیں ٹوٹتا، نہ اس میں کوئی سستی آتی ہے (یعنی ذکر خفی ہمہ وقت جاری رہ سکتا ہے'')

(تفسیر مظہری ج 4 ص 316,317 اور 319)

علامہ سید امیر علی صاحب ؒ ملیح آبادی لکھتے ہیں:

یاد الہی عزوجل کو اپنے نفس تک پہونچا کیونکہ قلب ہی اس کی تخت گاہ ہے۔ جس کو تو یاد کرتا ہے حسین نے اس آیت میں کہا کہ: وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ سے اشارہ ہے کہ یاد الہی کو اپنے نفس پر بھی ظاہر مت کر کہ وہ اس کے عوض کا خواستگار ہو اور سب سے بہتر ذکر وہ ہے جس پر سوائے حق عزوجل کے اور کوئی واقف نہ ہو اور علیٰ ہذا جس قدر اذکار زیادہ خفی ہوں اسی قدر بہتر ہیں۔''

(مواہب الرحمٰن ج 8 ص 178)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ؒ لکھتے ہیں:

''ذکر خفی کے بارے میں فرمایا:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ یعنی اپنے رب کو یاد کیا کرو اپنے دل میں۔ اس کی بھی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ بغیر زبان کی حرکت کے صرف دل میں دھیان اور خیال اللہ تعالی کی ذات وصفات کا رکھے جس کو ذکر قلبی یا تفکر کہا جاتا ہے..... اگر صرف دل ہی دل میں دھیان اور تفکر میں مشغول رہے زبان سے کوئی حرف ادا نہ کرے وہ بھی بڑا ثواب ہے

خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت سے ذکر اللہ اور تلاوت قرآن کے تین طریقے حاصل ہوئے ایک یہ کہ صرف ذکر قلبی یعنی معانی قرآن اور معانی ذکر کے تصور اور تفکر پر اکتفا کرے زبان کو بالکل حرکت نہ ہو، دوسرے یہ کہ اس کے ساتھ زبان کو بھی حرکت دے مگر آواز بلند نہ ہو جس کو دوسرے آدمی سن سکیں، یہ دونوں طریقے ذکر کے ارشاد وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ میں داخل ہیں۔''

(معارف القرآن ج 4 ص 166,167)

حضرت مولانا محمد ادریس کاندہلوی صاحب ؒ لکھتے ہیں:

''اللہ کا ذکر آہستہ آہستہ کرنا افضل ہے جیسا کہ ایک حدیث

میں فرمایا ہے کہ خَیْرُ الذِّکرِ الْخَفِیُّ (کہ بہتر ذکر وہ ہے جو پوشیدہ ہو) اور صرف دل دل میں بلا حرکت زبان اللہ کی ذات وصفات کا دھیان کرنا جس کو تفکر و مراقبہ کہا جاتا ہے یہ بھی ذکر خفی ہے ذکر پوشیدہ ہو اور تضرع اور زاری کے ساتھ ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے ہو اس کا بہت بڑا مرتبہ ہے۔'' (معارف القرآن ج3 ص199)

حضرت مولانا محمد نعیم صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم (وقف) دیوبند لکھتے ہیں:

ذکر خفی وسری کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ محض دل میں دھیان اور خیال کیا جائے جس کو ذکر قلبی یا فکری کہنا چاہیے۔اس میں زبان کو حرکت نہ دی جائے...... اگر صرف دل ہی دل میں دھیان اور فکر کرے زبان سے کوئی حرف ادا نہ کرے وہ بھی بڑے ثواب کا باعث ہے۔''

''غور سے دیکھا جائے تو آیت سے ذکر اللہ کے تین طریقے نکل رہے ہیں ایک ذکر قلبی فکری جس میں معانی کی طرف دھیان ہو زبان کو بالکل حرکت نہ ہو دوسرے یہ کہ اس کے ساتھ تھوڑی سی زبان کو بھی حرکت دے مگر آہستہ آواز کے ساتھ جس کو دوسرے نہ سن سکیں، یہ دونوں صورتیں وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ میں داخل ہیں۔

(انوار القرآن ج3 ص638، 639)

حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی صاحبؒ ''ذکر اللہ کا حکم اور اس کے آداب'' عنوان قائم کر کے فضائل ذکر بیان کرتے ہیں پھر ذکر خفی کی فضیلت'' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

''اللہ کا ذکر آہستہ آہستہ کرنا افضل ہے جیسا کہ ایک حدیث میں فرمایا ہے خَیْرُ الذِّکرِ الْخَفِی (بہتر ذکر وہ ہے جو پوشیدہ ہو) (صحیح ابن حبان ص325 مسند احمد ج1 ص172 مسند ابی یعلیٰ ص 173) اور دل میں بلا حرکت زبان اللہ کی ذات وصفات کا دھیان کرنا جس کو تفکر و مراقبہ کہتے ہیں یہ بھی ذکر خفی ہے ذکر پوشیدہ ہو اور تضرع اور زاری کے ساتھ ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے ہو اس کا بہت بڑا مرتبہ ہے۔''..... اگر

(انوار البیان ج1 ص402)

حضرت مولانا غلام رسول صاحب لکھتے ہیں:

اس آیت میں یا تو خصوصیت کے ساتھ نبی ﷺ کو خطاب ہے یا اس سے ہر سننے والا مخاطب مراد ہے، اس آیت میں دل سے اللہ کو یاد کرنے کا حکم دیا ہے یا آہستہ اور پست آواز کے ساتھ ذکر کرنے کا حکم دیا ہے حضرت ابوھریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے میں اپنے بندہ کے گمان کے موافق ہوں، اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرے تو میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ ایک جماعت میں میرا ذکر کرے تو میں اس سے بہتر جماعت میں اس کا ذکر کرتا ہوں (صحیح مسلم الذکر 21، 2675، 6679 مسند احمد ج2 ص453) آہستہ آہستہ ذکر کرنے یا دل میں ذکر کرنے کی فضیلت یہ ہے کہ آہستہ آہستہ ذکر کرنا اخلاص کے زیادہ قریب ہے اور اس کا قبول ہونا زیادہ متوقع ہے۔'' (تبیان القرآن ج4 ص520)

سید قطب شہید صاحب لکھتے ہیں، ان نصوص نے جس ذکر کی تاکید فرمائی ہے یہ صرف ہونٹوں اور زبان کا ذکر نہیں ہے بلکہ دل وجان کا ذکر۔۔ ہے۔ جہاں تک دل کا تعلق ہے ہر وقت اللہ کا ذکر اس میں ہونا چاہیے

(تفسیر فی ظلال القران ج3 ص635)

شیخ عبدالرحمان بن ناصر السعدی صاحب لکھتے ہیں:

''اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر قلب کے ذریعے سے زبان کے ذریعے سے اور قلب و زبان دونوں کے ذریعے سے ہوتا ہے اور یہ ذکر اپنے نوع اور احوال کے اعتبار سے کامل ترین ذکر ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور رسول جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کو اصالۃً اور دیگر اہل ایمان کو تبعاً حکم دیا ہے کہ وہ نہایت اخلاص کے ساتھ اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں۔''

(تفسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان ج1 ص966)

سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب لکھتے ہیں:

یاد کرنے سے مراد نماز بھی ہے اور دوسری قسم کی یاد بھی، خواہ وہ

زبان سے ہو یا خیال سے۔" (تفہیم القرآن ج 2 ص 115)

جناب محمد امین اصلاحی صاحب لکھتے ہیں:

"اب خدا یاد کرنے کا طریقہ بتایا جارہا ہے.... ایک یہ کہ یہ فروتنی مسکنت، لجاجت اور خوف کے ساتھ دل دل میں ہو۔"

(تدبر قرآن ج 2 ص 790)

ڈاکٹر محمد لقمان السلفی صاحب لکھتے ہیں:

"ذکر الٰہی کی اصل یہ کہ بندہ اپنے رب کو دل سے یاد کرے یعنی اگر دل غافل ہے اور زبان چل رہی ہے تو اسے ذکر الٰہی نہیں کہیں گے، اور اللہ کو چپکے چپکے یاد کرے، تاکہ ریا کاری کا شبہ نہ ہو اور اخلاص کے زیادہ قریب ہو۔"

(تفسیر الرحمٰن للبیان القرآن ص 516)

ان تمام حوالہ جات سے جو مختلف مکاتب فکر کے علماء تفسیر سے نقل کیے گئے ہیں معلوم ہوا کہ اپنے رب کو اپنے جی، اپنے دل، اپنے قلب میں یاد کرے ذکر نفسی، سری، قلبی، روحی، فکر تفکر، مراقبہ خیال سے "جس میں زبان کو بالکل حرکت نہ ہو" یہی "ذکر خفی" ہے اسی کو "ذکر قلبی" بھی کہتے ہیں اسی کا ایک طریقہ پاس انفاس (یعنی سانس کی حفاظت ونگرانی کرنا ہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو)

مزید وضاحت ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی صاحبؒ لکھتے ہیں:

امام (ابوبکر جصاص) صاحب فرماتے ہیں کہ نفسی ذکر کی دوسری صورت یہ ہے کہ انسان اپنے قلب روح یا لطائف کے ساتھ خدا تعالیٰ کا ذکر کرے نفسی ذکر سانس کے ذریعے بھی ہوتا ہے چنانچہ سانس کے ذریعے ذکر کے لیے ایسی مشق کی جاتی ہے کہ ہر اندر جانے اور باہر آنے والے سانس کے ساتھ خدا تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے چنانچہ اگر کوئی آدمی سو رہا ہو تب بھی سانس کے ذریعے اس کا ذکر جاری رہتا ہے۔

قلبی ذکر بھی مشق کرنے سے آتا ہے یہ اگرچہ نہ محسوس ہوتا ہے اور نہ کوئی دوسرا شخص جان سکتا ہے مگر قلبی ذکر ہمیشہ جاری رہتا ہے اور انسان کا قلب ہر وقت اللہ اللہ کا کرتا رہتا ہے حدیث شریف میں قلبی ذکر کی فضیلت میں آتا ہے کہ حشر کے دن اس کا مرتبہ زبانی ذکر سے ستر گنا زیادہ ہوگا۔ کیونکہ ظاہری ذکر میں تو ریا کا شبہ بھی ہوسکتا ہے مگر قلبی ذکر ریا سے بالکل محفوظ ہوتا ہے لہٰذا یہ زیادہ افضل ہے۔ قلبی، روحی اور سری اذکار انسان کے لطائف کو بیدار کرتے ہیں اور وہ بھی ذکر خداوندی میں مصروف ہوجاتے ہیں البتہ یہ ہے کہ ایسا ذکر عام آدمی کے بس نہیں ہے بلکہ اسے سلوک اور تصوف سے تعلق رکھنے والے انجام دے سکتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آتا ہے كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ اَحْيَانِهٖ (ابوداؤد ، ج 1 ص 4) یعنی حضور نبی کریم ﷺ اپنے تمام اوقات میں اللہ کا ذکر کرتے تھے تو بعض بزرگان اسے قلبی ذکر پر ہی محمول کرتے ہیں۔ کیونکہ زبانی ذکر تو بول و براز یا مباشرت کے دوران معطل ہوجاتا ہے مگر قلبی ذکر ہر حالت میں جاری رہتا ہے (معالم العرفان 88 ص 673,672)

اس ذکر خفی قلبی کے طریقہ "پاس انفاس" کا فائدہ ملاحظہ ہوں:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی صاحبؒ اپنے والد گرامی شیخ سیف الدین صاحبؒ کے متعلق لکھتے ہیں:

" آپ کے انتقال سے پہلے میں نے سنت طریقہ پر آپ کو تلقین کی اور عرض کیا درویش اس وقت "پاس انفاس" میں مشغول رہتے ہیں تو آپ نے آنکھیں کھول کر آہستہ سے کہا ہاں "پاس انفاس" اس وقت کارآمد ہوتا ہے کیونکہ تمام اعضائے جسمانی بیکار ہوگئے اور سانس لینے کی بھی قوت نہیں ہے۔"

(اخبار الاخیار اردو ص 399)

قارئین کرام: آپ نے ذکر "پاس انفاس"، خفی قلبی کا فائدہ مطالعہ فرمایا ۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمارا خاتمہ بھی اسی ذکر کی حالت میں فرمائے تو آیئے شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ حضرت مولانا محمد اکرم اعوان صاحب دامت برکاتہم ومد فیوضہم کی خدمت عالی میں، دار العرفان منارہ، بکلر کہار خوشاب روڈ چلیں جو اسی ذکر خفی قلبی کی مشق کراتے اور سلوک وتصوف سکھاتے ہیں۔ رابطہ نمبر: 0543562200

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

من الظلمٰت الی النور

نقشِ نعلین تو عز و جاہِ من

پروفیسر اسلم گوندل

ایک ہندو مصنف نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کی باتیں یادداشت کے طور پر لکھی ہیں۔ کتاب فارسی میں ہے اور اس کا نام 'چہل روزہ' ہے۔ اس کا ترجمہ حضرت خواجہ حسن نظامیؒ نے 'نظامی بنسری' کے نام سے کیا ہے۔ اس میں حضرت امیر خسروؒ اور حضرت نظام الدین اولیاءؒ کا ایک واقعہ درج ہے۔ اس واقعہ کا ذکر جناب محمد اسلم فرخی صاحب کی کتاب 'صاحب جی، سلطان جی' اور 'نظام رنگ' میں بھی موجود ہے۔ ذرا دیکھیے مرید کا شوق اور مرشد کا مقام۔

ایک غریب آدمی حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حاجت بیان کی۔ آپ نے فرمایا بھئی اس وقت اور تو کچھ پاس نہیں میری جوتیاں ہی لے جاؤ۔ وہ جوتیاں لے کر مایوسانہ انداز میں جا رہا تھا۔ راستے میں حضرت امیر خسروؒ سے ملاقات ہوگئی۔ پوچھنے پر بتایا کہ آپ کے مرشد کی بارگاہ سے لوگ نہ جانے کیا کیا حاصل کرتے ہیں۔ میرے نصیب میں تو بس جوتیاں ہی آئی ہیں۔ حضرت امیر خسروؒ کسی امیر کی محفل سے خاصا بڑا انعام لے کر آرہے تھے۔ سارا روپیہ اسے دیا اور مرشد پاک کی نعلین سر پر رکھ کر حضرت نظام الدینؒ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ مرشد پاک نے دیکھ کر کہا 'خسرو بڑا اچھا اور سستا سودا مل گیا'۔ میں بھی سارا راستہ حضرت جی کا کھسہ گود میں رکھ کر ڈرائیو کرتا آیا۔

ہر دو عالم قیمتِ خود گفتۂ ای۔۔۔ نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

(دونوں جہاں اپنی قیمت مقرر کی ہے۔ یہ تو سستا سودا ہے۔ نرخ اور بڑھائیں۔)

خوش نصیب ہوتے ہیں وہ مرید جن کو اپنے مرشدِ پاک کی صحبت ہر روز یا بار بار نصیب ہوتی ہے۔ راولپنڈی میں قیام کے دوران میں مجھے بھی احباب کے ساتھ حضرت جی مدظلہ عالی کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہوتا رہتا تھا۔ راولپنڈی سے گجرات کیا آیا کہ وہ ذکر کی محافل اور شیخ مکرم کی خدمت میں حاضری بس قصۂ پارینہ بن گئیں۔ حال کچھ یوں ہوا:

من سی پارۂ دل می فروشم، (میں دل کے ٹکڑے بیچتا ہوں)

بگفتا قیمتش (اس نے کہا کیا لوگے)

گفتم نگاہے (میں نے کہا ایک نگاہِ لطف و کرم)

بگفتا کم ترش (اس نے کہا کچھ کم کرو)

گفتم کہ گاہے (میں نے کہا چلو کبھی اک بار ہی، چلے گا)

سال میں ایک دفعہ ہی سہی اور ایک نگاہِ ناز ہی سہی۔ حضرت جی مدظلہ عالی کی ایک مسکراہٹ، ایک نگاہ۔۔۔ یہ بھی خوش نصیبی ہے۔ اور کبھی کبھی تو اپنی خوش بختی پر ناز کرنے کو یوں جی چاہتا ہے کہ بندہ اللہ رب العزت کے سامنے سجدہ ریز ہو جائے اور یوں شکر ادا کرے کہ کبھی سر نہ اٹھائے۔

پندرہ سال سے زائد عرصہ ہوا۔ میرے محترم ہمسائے جناب محمد یعقوب ملک صاحب (مرحوم) نے بتایا کہ وہ بستر باندھ کر منارہ شریف خیمہ بستی میں جا رہے ہیں۔ (یہ بستی نظامِ سُود کے خاتمہ کے لئے بسائی گئی تھی۔) ہو سکتا ہے شہادت ہی پا جائیں۔ ناچیز کرنل اطہر رحمان اور کرنل (بعد میں بریگیڈیئر) محمد زبیر چٹھہ صاحب کے ساتھ عمرہ کی سعادت حاصل کرنے مکہ مکرمہ روانہ ہو رہا تھا۔ رمضان المبارک کی تیرہ تاریخ کو ہم مکہ مکرمہ اور ملک صاحب خیمہ بستی روانہ ہوئے۔

گھر سے ہی دعا کرتا جا رہا تھا کہ کئی بارگاہوں، مزاروں اور آستانوں پر جا جا کر تھک چکا تھا۔ کہیں بدعات تو کہیں کھلا شرک۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں لگا تار دعا کرتا رہا کہ کوئی توحید پرست، بدعات کے خلاف، پیارے نبی کریم ﷺ کا سچا عاشق، انتہائی وجیہ، خوبصورت، بارعب، باوقار، بہت نفیس، انتہائی خوش پوشاک، اور بڑا غیرت مند صاحب نظر عطا کر۔ (معاف کیجئے انگلش کا پروفیسر اور ایم۔ اے۔ کلاسز کو ڈرامہ پڑھانے والا اور خود حضرت مولانا رومؒ اور حضرت علامہ اقبال" کا شاگرد ہوں۔ معمولی آدمی نگاہوں میں جچتا ہی نہ تھا)۔

مسجد نبوی ﷺ میں اعتکاف کے دوران بھی یہی تڑپ رہی۔ بچپن سے ہی والد محترم جو ایک سچے عاشقِ رسولِ مقبول ﷺ تھے (اللہ تعالیٰ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور اپنے پیارے حبیب ﷺ کے صدقے ان کے درجات بلند کرے۔ آمین۔) نے یہ بات سمجھا دی تھی کہ زندگی سرورِ کونین ﷺ کی ذاتِ پاک سے ٹوٹ کر عشق کرنے کا نام ہے۔ اور علامہ اقبالؒ کا یہ شعر حرزِ جاں تھا:

بمصطفےٰ ﷺ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
گر باو نرسیدی، تمام بولہبی است

(اپنے آپ کو حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے درِ اقدس تک لے جاؤ کہ دین سارا کا سارا یہی ہے۔ اگر وہاں تک رسائی نہ ہوئی تو سب ابولہبی ہے)

30- دسمبر 2000 کو نبی پاک ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں عید مبارک عرض کرنے کی سعادت سب سے پہلے قدمین شریفین میں ہمیں ملی۔ نمازِ فجر کے بعد ناشتہ کیا اور بارگاہِ رسالت ﷺ میں اجازت طلب کرنے دوبارہ حاضر ہوئے۔ اگلے دن واپس آئے۔ پاکستان میں اس دن عید کا روز تھا۔ 10۔ جنوری 2001 نمازِ عصر کے بعد جناب محمد یعقوب ملک صاحب (جو خیمہ بستی سے غازی بن کر واپس آ چکے تھے) نے بتایا کہ حضرت امیر محمد اکرم اعوان صاحب اکوڑہ خٹک میں مشائخ کانفرنس اٹینڈ کرنے کے بعد راولپنڈی عسکری-III- مرکز میں تشریف فرما ہیں اور نمازِ مغرب کے بعد ذکر کرائیں گے۔ مجھے بھی دعوت دی۔ فرمانے لگے ہم اللہ اللہ کرتے ہیں۔ کسی قسم کی بدعت نہیں۔ صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے۔ بیعت کرنا ضروری نہیں۔

مغرب کی نماز کے بعد ذکر ہوا۔ حضرت جی مدظلہ عالی اندر تشریف رکھتے تھے۔ اعلان ہوا کہ ظاہری بیعت کرنے والے اندر تشریف لے آئیں۔ میں نے تو ابھی حضرت جی مدظلہ عالی کی زیارت بھی نہ کی تھی اور نہ ہی بیعت کے ارادے سے وہاں گیا تھا۔ باہر ہی بیٹھا رہا۔ اندر سے ایک صاحب (کرنل سرور صاحب مرحوم) باہر تشریف لائے اور میری چادر کی طرف اشارہ کر کے چادر انہیں دینے کو کہا۔ یہ وہ نئی اور گرم چادر تھی جو دورانِ اعتکاف مسجد نبوی ﷺ میں رات کو اوڑھ لیا کرتا تھا۔ میں نے چادر ان کے حوالے کی اور وہ اندر لے گئے۔ اب جناب ملک محمد یعقوب صاحب نے اشارہ کیا کہ جب چادر گئی ہے تو آپ بھی چلے جائیں۔ (اللہ رب العزت ان کی قبر کو اپنی تجلیات سے منور کرے اور ان کو اپنے خاص کرم سے نوازے۔ آمین۔) یوں اسی چادر کا کونہ پکڑ کر مجھے بیعت کی سعادت بھی حاصل ہوئی اور حضرت جی مدظلہ عالی کی صورت میں مجھے اللہ تعالیٰ نے وہ شیخ عطا کیا جو میرا آئیڈیل ہے۔ آج سے پندرہ سال قبل جو صورت دل میں سجائی ایسی کوئی اور صورت بھائی نہیں، اس کے بعد کوئی اور آنکھوں میں جچا ہی نہیں، کوئی اور دل میں سمایا ہی نہیں۔ تصوف کو پڑھا، قدیم و جدید صوفیا کا مطالعہ کیا، بہت سی درگاہوں پہ حاضری دی۔ گدی نشینوں سے دوستانہ ملاقاتیں بھی ہوئیں۔ بلکہ ایک پیر صاحب نے تو پہلی ملاقات میں ہی منصب خلافت بھی عطا کر دیا۔ لیکن حضرت جی مدظلہ العالی وہ ہیں کہ روئے زمین پر ایسا نظر نہیں آتا نہ نگاہیں کسی اور کو دیکھنا چاہتی ہیں۔

بسیار خوباں دیدہ ام، لیکن تو چیزے دیگری
(بہت سے حسین دیکھے ہیں مگر آپ جیسا اور کون)

حضرت جی کی شفقت کے واقعات تو بہت ہیں جو پھر کبھی بیان کروں گا۔ اس وقت تو ایک خاص واقعہ بیان کرنا یا اپنی خوش نصیبی کا تذکرہ کرنا مقصود ہے۔ 15 مئی 2015 بروز جمعہ حسب معمول چینل فائیو پر حضرت جی کا پروگرام دیکھنے بیٹھے۔ میری بیوی بھی حضرت

جی مدظلہ عالی سے بیعت ہے۔ پورا ہفتہ اس پروگرام کا انتظار کرتے ہیں۔ حضرت جی مدظلہ عالی سفید لباس میں بہت ہی پیارے لگ رہے تھے۔ فوراً ملاقات کو جی چاہا۔ اتوار، 17 مئی کے روز بیوی بچوں سمیت گجرات سے روانہ ہوئے اور 9:30 بجے دارالعرفان پہنچے۔ سالانہ اجتماع میں حضرت جی مدظلہ عالی کا خطاب سنا۔ سوال و جوابات کی باری تھی۔ خصوصی سوال وحدۃ الوجود کا تھا۔ حضرت جی مدظلہ عالی نے انتہائی سادہ، عام فہم اور دل پذیر انداز میں وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود پر سیر حاصل بحث کی۔ (یہ واقعہ پھر کبھی کہ ہم نے ایم۔ اے۔ اسلامیات کے تصوف کے پرچے میں اس موضوع پر کیسے کیسے مشائخ عظام کی کتابیں پڑھیں مگر عقدہ وا ہوا تو المرشد میں حضرت مدظلہ عالی کے ایک ہی بیان سے۔ نیز حضرت جی مدظلہ عالی نے مجھے کیسے خط لکھا)

خطاب کے بعد حضرت جی مدظلہ عالی اپنے دفتر تشریف لائے تو ہمیں شرفِ ملاقات بخشا۔ بہت شفقت فرمائی۔ ناچیز نے پہلی دفعہ ایک فرمائش کرنے کی جسارت کی۔ حضرت جی مدظلہ عالی کے سامنے پڑا حضرت جی مدظلہ عالی کی خوشبو سے مہکتا رومال اٹھا لیا اور حضرت جی مدظلہ عالی سے ان کا کھُسہ مانگ لیا۔ کیا خوش نصیبی میری اور کیسی شفقت میرے حضرت جی مدظلہ عالی کی۔ فوراً سلطان کو حکم دیا کہ انہیں میرا کھُسہ لا دیں۔ سلطان صاحب (حضرت جی کے خادمِ خاص جو خاصی میٹھی چائے پلاتے ہیں اور اس سے بھی میٹھی مسکراہٹ سے ملتے ہیں) کھُسہ لے آئے۔ ناچیز نے سلطان صاحب سے پوچھا، "سلطان صاحب! کیا مجھ سے پہلے کسی مرید کو یہ سعادت حاصل ہوئی ہے؟"۔ "جی نہیں۔ آپ کے علاوہ کسی کو یہ سعادت نہیں ملی، " سلطان صاحب نے جواب دیا۔ "دیکھا پھر حضرت جی مدظلہ عالی مجھ سے کتنا پیار کرتے ہیں " میں نے اتراتے ہوئے کہا۔

میری بیوی بولی،" ویسے آپ ہیں بڑی شے۔ حضرت جی کے سامنے تو گھگی بندھی تھی اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ زبان لڑکھڑا رہی تھی۔ بات ہو نہیں پا رہی تھی۔ باہر نکل کر سلطان صاحب کے سامنے شیخی بگھار رہے ہیں۔" (آپس کی بات ہے، نالائق شاگرد اپنی نالائقی کو چھپانے کے لئے یوں ہی کرتے ہیں۔ اب جہاں ملک احمد نواز صاحب اور محترم محمد خان صاحب جیسے ہمہ وقت شیخِ مکرم کی بارگاہ میں حاضر صاحبان موجود ہوں وہاں کچھ عزت تو بنانی پڑتی ہے ناں) اگر میں نے شیخی بگھار لی تو کسی کو کیا؟ (یہ واقعہ بھی پھر کبھی کہ حج پر روانگی سے پہلے جناب حافظ غلام قادری صاحب نے حضرت جی سے حزب البحر کی اجازت طلب کی تو حضرت جی نے بڑا برجستہ اور خوبصورت، بلکہ چشم کشا اور طبیعت صفا جواب دیا،' آپ لوگ حج کرنے جا رہے ہیں یا میدانِ جنگ میں جہاد کرنے؟'۔ مگر حج سے واپسی پر حزب البحر کا مشاہدہ حضرت جی نے خود کرایا)

چاندی جیسے سفید تلے سے مزین یہ پیارا کھُسہ ایک خوبصورت شیشے کے شوکیس میں سجا لیا ہے۔

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی ---مرا با جانِ جاں ہمراز کرد

صفحہ نمبر 51 سے آگے

اسی سبب سے ایک صحابی کہتے تھے کہ کاش میں چڑیا ہوتا اور ایک صحابیؓ کہتے تھے کہ کاش میں بکری ہوتا اور لوگ مجھے ذبح کر کے کھا لیتے اور ایک صحابی کہتے تھے کاش میں گھاس ہوتا۔ بس جس کے دل میں آخرت کا خطر جم جاتا ہے وہ ہرگز تکبر نہیں کرتا۔ اگر کسی کو اپنے زیادہ جاہل دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ نادان ہے گناہ میں معذور ہے اور مجھ سے بہتر ہے۔ اور اگر کسی کو اپنے سے زیادہ عالم دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ وہ ایسی چیز جانتا ہے جو میں نہیں جانتا مجھ سے وہ بہتر ہے۔ اور اگر بوڑھے کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ اس نے مجھ سے زیادہ خدا کی عبادت کی اور یہ مجھ سے بہتر ہے اور لڑکے کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ میں نے بہت گناہ کیے اور اس معصوم نے ابھی زمانہ بھی نہیں دیکھا یہ مجھ سے بہتر ہے بلکہ اگر کافر کو دیکھتا ہے تو بھی تکبر نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ شاید مسلمان ہو جائے اور اس کی عافیت بخیر اور مبادا میرا خاتمہ کفر پر ہو کیونکہ بہت مسلمانوں نے اسلام قبول کرنے کے قبل امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا اور تکبر کیا۔ حق تعالیٰ کے علم میں وہ تکبر خطا تھا۔ تو جب آدمی کی بزرگی نجات آخرت میں ہے اور وہ کسی کو معلوم نہیں تو چاہیے کہ ہر ایک اس کے خوف میں رہے تاکہ تکبر نہ کرے۔ (جاری ہے)

خواتین کا صفحہ

حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اُمِّ فاران راولپنڈی

تعارف:۔ حضرت بریرہؓ ام المومنین حضرت عائشہؓ کی آزاد کردہ کنیز تھیں

شرف اسلام:۔ ان کے شرف اسلام اور صحابیت پر تمام اہل سیر کو اتفاق

حضرت عائشہؓ کا زرمکاتب کی ادائیگی ۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں آپ سے پہلے حضرت بریرہؓ ایک شخص کی کنیز تھیں۔ جس سے انہوں نے طے کیا کہ وہ نو (یا پانچ) اوقیہ سونا سالانہ قسطوں پر ادا کرنے بعد آزاد ہو جائیں گی لیکن پھر انہیں اتنا طویل عرصہ غلامی میں گزارنا ناگوار گزرا تو ایک دن ام المومنین حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میری مدد کیجئے اور اپنی کنیز بنا لیجئے۔

ام المومنین نے زرمکاتب کی پوری رقم یکمشت ادا کر دینے کا وعدہ فرما لیا ان کے آقا سے دریافت کیا تو وہ فروخت کرنے پر راضی ہو گیا لیکن اپنا حق وراثت برقرار رکھنے پر مصر تھا۔

لونڈی یا غلام کا حق وارثت:۔ جب سرور عالم ؐ تک جب اس شخص کا مطالبہ پہنچا تو آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا۔ وراثت کا حق اس شخص کو پہنچتا ہے جو کسی غلام (یا لونڈی) کو خرید کر آزاد کر دے۔

دوسری روایت:۔ اس ضمن میں ایک دوسری روایت ہے کہ اس موقع پر حضور ﷺ نے لوگوں کو جمع کیا اور خطبہ دیا جس اللہ کی حمد وثنا بیان فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا "بعض لوگ ایسی شرط کرنا چاہتے ہیں جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہے وہ باطل ہے اللہ کا فیصلہ نہایت سچا ہے اور اس کی شرط نہایت پختہ ہے اور حقیقت پر ہے کہ ولاء (غلام کی وراثت) غلام کو آزاد کرنے والے ہی کی ہوتی ہے۔"

چنانچہ حضرت عائشہؓ نے حضرت بریرہؓ کو خرید کر آزاد کر دیا لیکن انہوں نے ام المومنین کی خدمت میں اپنا رہنا پسند کیا۔ یوں وہ حضرت عائشہؓ کی خدمت گزار رہیں اور ان کے فیض صحبت سے اور ساتھ ہی ساتھ فیضان نبویؐ سے خوب بہرہ مند ہوئیں حتیٰ کہ معدن فضل وکمال بن گئیں۔

شادی:۔ مسند ابوداؤد میں کہ حضرت بریرہؓ کی شادی حضرت مغیثؓ سے ہوئی تھیں جو ایک حبشی غلام تھے وہ حضور ﷺ کے صحابی تھے۔ حضرت بریرہؓ کو کسی وجہ سے ان سے نفرت ہو گئی وہ آزاد ہوئیں تو ان سے قطع تعلق کا ارادہ کیا۔ حضرت مغیثؓ ایسا ہرگز نہیں چاہتے تھے۔ حضور ﷺ کو معلوم ہوا تو ان کو اس عمل سے روکنا چاہا۔ حضرت بریرہؓ نے دریافت کیا یارسول اللہ ﷺ یہ آپ کا حکم ہے؟

فرمایا "نہیں اس سفارش کرتا ہوں۔"

لیکن حضرت بریرہؓ نے معذرت کر لی اس پر حضور ﷺ نے دونوں کی معذرت پر صاد کر دیا۔ اور حکم دیا کہ حضرت بریرہؓ ایک مطلقہ عورت کی طرح عدت پوری کریں۔

حضرت مغیثؓ کو بریرہؓ سے بہت محبت تھی اس علیحدگی سے اتنے دل گرفتہ ہوئے کہ مدینے کی گلیوں میں ان کے پیچھے روتے پھرتے تھے

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے اس حال میں دیکھ کر فرمایا چچا جان (حضرت عباسؓ) مغیث کی محبت اور بریرہؓ کی نفرت آپ کو عجیب معلوم نہیں ہوتی۔

صدقہ کا مال حلال تھا:۔ حضرت بریرہؓ اس قدر مفلس تھیں کہ ان پر صدقہ کا مال حلال تھا۔ اس لئے بعض لوگ انہیں صدقہ بھیجا کرتے تھے صحیح مسلم میں ہے کہ ان کے پاس جو کچھ صدقہ میں آتا وہ ازواج مطہرات کو ہدیۃً پیش کر دیتیں۔ ایک روایت:۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ گھر میں تشریف لائے تو آپ ﷺ نے دیکھا چولھے پر ہانڈی چڑھی ہے جس میں گوشت پک رہا ہے۔ لیکن کھانے کے وقت آپ ﷺ کے سامنے گوشت کی بجائے کوئی اور چیز پیش کی گئی تو آپ ﷺ اس کا سبب دریافت فرمایا۔ ازواج مطہرات (غالباً حضرت عائشہؓ) نے آپ کو بتایا کہ گوشت بریرہؓ کو صدقے میں ملا ہے اور انہوں نے ہمیں ہدیۃً دیا ہے ہمیں یہ مناسب معلوم نہ ہوا کہ آپ ﷺ کی خدمت میں صدقے کا گوشت پیش کیا جائے۔

حضور ﷺ نے فرمایا ''صدقہ بریرہؓ کے لئے ہے لیکن ہمارے لئے یہ ہدیہ ہے۔''

واقعہ افک میں شہادت:۔ واقعہ افک میں حضرت عائشہؓ صدیقہ پر تہمت طرازی کے موقع پر ام المومنین کی پاکدامنی کی تصدیق میں جو الفاظ حضرت بریرہؓ نے ارشاد فرمائے وہ کتب سیر کے درخشندہ باب ہیں روایت ہے کہ ان سے اس بہتان کے بارے میں پہلے کنایۃً پوچھا گیا تو وہ سمجھیں کہ یہ استفسار عام امور خانہ داری کے سلسلے میں ہے اور اس سلسلے میں حضرت عائشہؓ کا طرز عمل پوچھا جا رہا ہے۔ بولیں اور تو کوئی برائی نہیں البتہ بچپن سے سو جاتی ہیں اور آٹا بکری کھا جاتی ہے۔ اس پر صاف لفظوں میں ان سے بہتان کے بارے میں پوچھا گیا تو بے ساختہ بولیں ''سبحان اللہ! خدا کی قسم جس طرح سنار کھوٹے کھرے کو پہچانتا ہے اس طرح میں ام المومنین کو جانتی ہوں بالکل بے عیب ہیں۔

بعض روایتوں میں ہے کہ اس سلسلے میں ان پر سختی بھی کی گئی لیکن وہ اپنے بیان پر قائم رہیں اور سر مو انحرف نہ کیا یہاں تک کہ خود اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہؓ کی پاکدامنی کی تصدیق قرآن میں فرما دی۔

سال وفات:۔ حضرت بریرہؓ کا سن وفات کسی سیرت نگار نے نہیں لکھا۔ البتہ مختلف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سرور کائنات کے وصال (۱۱ھ) کے بعد عرصہ تک زندہ رہیں۔

حضرت عائشہ کا بیان:۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ نے سیرۃ عائشہؓ میں صحیح بخاری کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے حضرت بریرہؓ کے متعلق فرمایا ''بریرہؓ کے ذریعے سے اسلام کے تین احکام معلوم ہوئے۔

(1) لولاء لمن اعتق یعنی ولایت (وراثت) کا حق آزاد کنندہ کا ہوتا ہے

(2) غلامی کی حالت میں کسی لونڈی اور غلام کا اگر نکاح ہوا ہو اور بیوی آزاد ہو جائے اور شوہر غلامی کی حالت میں ہو تو بیوی کو حق حاصل ہے کہ سابق شوہر کو قبول کرے یا نہ کرے۔

(3) اگر کسی مستحق کو صدقہ کا مال ملے اور وہ اپنی طرف سے غیر مستحق کو ہدیۃً پیش کرے تو اس غیر مستحق کو اس کا لینا جائز ہوگا یعنی حیثیت بدل جائے گی۔

تعظیم و تکریم:۔ ارباب سیر کا بیان ہے کہ تمام مسلمان جن میں اکابر/صحابہ بھی شامل ہیں حضرت بریرہؓ کی بہت تعظیم و تکریم کرتے تھے۔

حضرت بریرہؓ سے کئی احادیث بھی مروی ہیں اور ان کے تلامذہ کا حلقہ بڑا وسیع ہے۔

خلیفہ عبدالملک سے خطاب:۔ ان سے سماع حدیث کرنے والوں میں ایک روایت کے مطابق خلیفہ عبدالملک بھی شامل ہے۔ کہا جاتا ہے کہ

بقیہ صفحہ نمبر 31 پر

بچوں کا صفحہ

قسط نمبر 25

خلیفہ اوّل صحابیٔ رسولؐ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

ع حسان، لاہور

حضرت ابوبکر صدیقؓ قریش کے بڑے تاجروں میں سے تھے۔ ایمان لانے کے بعد آپؓ نے حقیقتاً اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کردیا۔ جو غلام مسلمان ہوجاتے، حضرت ابوبکر صدیقؓ ان کے مالکوں سے خرید کر انہیں آزاد کردیتے تاکہ وہ اپنی زندگیاں سکون سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اور آپ ﷺ کے اتباع میں گزار سکیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہ خصوصی اعزاز ہے کہ ان کی چار پشتیں صحابی تھیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی زندگی نبی اکرم ﷺ کی کامل و اکمل محبت سے عبارت ہے۔ حضرت خواجہ عبیداللہ احرارؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری کا واحد دروازہ محبت ہے، جس کی علامت حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں۔

غزوہ بدر شروع ہونے سے پہلے نبی اکرم ﷺ عریش بدر (تنکوں اور سوکھی گھاس سے تعمیر شدہ جھونپڑی) میں تشریف لے گئے، آپ ﷺ کے ہمراہ حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی تھے۔ نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت رقت و آہ وزاری کے ساتھ اسلام کی فتح و بقاء کے لیے دعا گو تھے۔ اس وقت جب حضرت ابوبکر صدیقؓ پر بھی شدید رقت طاری تھی، آگے بڑھے اور حضور ﷺ سے عرض کی۔

یارسول اللہ ﷺ! اب بس کیجئے۔ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ ضرور پورا کریں گے۔

حضور ﷺ خوشی کی حالت میں عریش بدر سے یہ آیت مبارک

اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ۝ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ (سورۃ القمر: 44،45) پڑھتے ہوئے باہر تشریف لائے۔

ترجمہ: یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری اتنی جمعیت ہے کہ ضرور غالب رہے گی مگر عنقریب یہ جمعیت شکست کھائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگے گی۔ (سورۃ القمر: 45،45)

نبی اکرم ﷺ کی یوں ڈھارس بندھانے کا اعزاز بھی آپؓ کے حصہ میں آیا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ بہت بہادر اور جری تھے، اپنی بہادری اور شجاعت کی وجہ سے بڑے بڑے خطرات کی پرواہ نہ کرتے تھے اور اسلام کی خاطر بڑی بڑی تکالیف برداشت فرمالیتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ تمام غزوات میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ شریک رہے۔ غزوات کے دوران جو صحابی نبی اکرم ﷺ کے جس قدر قریب رہ کر جہاد میں شامل ہوتے، صحابہ کرامؓ میں وہ اتنے بہادر سمجھے جاتے تھے کیونکہ کفار کی پوری کوشش اور یلغار نبی کریم ﷺ کی طرف ہوتی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی کوشش ہوتی تھی کہ غزوات کے دوران نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ساتھ رہیں۔ آپؓ ان صحابہؓ میں شامل تھے جو غزوہ اُحد کے نازک موقع پر آنحضرت ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے۔

حجۃ الوداع کے موقع پر اس آیت مبارک کے نزول پر تمام صحابہ کرامؓ خوشیاں منا رہے تھے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ ترجمہ: آج کے دن دین تمہارے لیے مکمل کردیا گیا۔

تمام صحابہ کرامؓ خوشی سے ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہے تھے، لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ غمزدہ الگ بیٹھے تھے کہ جب دین مکمل ہوگیا تو اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبی اکرم ﷺ کو زیادہ دیر تک اس دنیا میں نہیں رکھیں گے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اس آیت مبارک میں

نبی اکرم ﷺ کی دنیا سے روانگی کی خبر مل رہی تھی، اور پھر ہوا بھی یہی کہ حجۃ الوداع کے تقریباً 82,80 دن کے بعد نبی اکرم ﷺ اس دنیا سے پردہ فرما گئے۔ بخاری شریف کی کتاب التفسیر میں سورۃ النصر کے باب میں آتا ہے کہ جس وقت نبی اکرم ﷺ نے یہ سورۃ مبارک پڑھی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ زار وقطار رونے لگے۔ تمام صحابہ کرامؓ تو اس بات پر خوش تھے کہ فتح کی خوش خبری مل گئی لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ اس سورۃ مبارکہ میں موجود اس نقطے کو سمجھ گئے تھے کہ نبوت کا فریضہ مکمل ہونے کے بعد نبی اکرم ﷺ اس دنیا میں زیادہ دیر قیام نہیں فرمائیں گے

پھر وہ لمحہ بھی آیا کہ اس سے زیادہ مشکل اور تکلیف دہ لمحہ صحابہ کرامؓ پر پہلے نہیں آیا تھا، نبی اکرم ﷺ کے وصال کا وقت۔ یہ وہ وقت تھا کہ تمام صحابہ کرامؓ شدت غم سے نڈھال تھے حتیٰ کہ حضرت عمرؓ جیسے جری اور بہادر صحابیؓ نے تلوار نکال لی کہ جس شخص نے کہا کہ حضور ﷺ وصال فرما گئے ہیں میں اس کی گردن اڑا دونگا۔ اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خطبہ دیا اور قرآن پاک کی آیت مبارکہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ، تلاوت فرمائی تو صحابہ کرامؓ کو نبی اکرم ﷺ کے وصال کا یقین آیا اور یوں محسوس ہوا گویا یہ آیت اسی موقع کے لیے نازل ہوئی ہو۔

نبی اکرم ﷺ کے اس دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد اتفاق رائے سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خلیفۃ الرسولؐ نامزد کیا گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے آخری ایام میں، جب آپ ﷺ کی علالت شدت پر تھی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو نمازوں کی امامت کا حکم فرما کر آپؐ کی خلافت کی طرف لطیف اشارہ فرما دیا تھا۔ اسی نقطہ کو بنیاد بنا کر حضرت بشیر بن سعدؓ نے انصار کی طرف سے بیعت کا آغاز فرمایا۔ انصار کی بیعت کے بعد حضرت عمرؓ نے مہاجرین سے ایک مختصر خطاب فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے تمہارا امیر اس شخص کو بنایا جو تم میں سے سب سے بہتر ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا مقرب اور یہی وہ شخص ہیں جنہیں غار ثور میں آنحضرت ﷺ کی رفاقت نصیب ہوئی۔ ان کے حلقہ بیعت میں شامل ہو جاؤ۔

حضرت عمر فاروقؓ کے اس مختصر خطبہ کے بعد تمام صحابہ کرامؓ جوق در جوق بیعت کے لیے آگے بڑھے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفۃ الرسولؐ تھے، جو صرف اور صرف آپؓ کا اعزاز ہے۔ باقی تینوں خلفاء راشدین کو امیر المومنین کہا جاتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بعد حضرت عمر فاروقؓ منبر رسولؐ پر بیٹھے۔ تو حاضرین میں سے کسی نے حضرت عمر فاروقؓ کو خلیفۃ الرسول کہہ دیا۔ انہوں نے فرمایا: خلیفۃ الرسولؐ صرف حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے لیے امیر المومنین کہنے کی اجازت دی۔ پوری انسانیت میں خلیفۃ الرسولؐ ہونے کا اعزاز صرف اور صرف حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حصہ میں آیا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بیعت خلافت لینے کے بعد جو مختصر خطبہ ارشاد فرمایا وہ رہتی دنیا تک کے آنے والے مسلمان حکمرانوں کے لیے بھی مشعل راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپؓ نے فرمایا۔

قسم ہے اللہ تعالیٰ کی میں نے کبھی ایک دن یا ایک رات بھی امارت کی خواہش نہیں کی، نہ ہی میں اس کے لیے اپنے اندر کوئی رغبت رکھتا تھا اور نہ ہی میں نے کبھی خفیہ یا اعلانیہ اسے اللہ تعالیٰ سے مانگا اور نہ ہی امارت میرے لیے کوئی سامان راحت ہے۔

میری اطاعت کرو جب تک میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہوں، لیکن اگر میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کروں تو میری کوئی اطاعت تم پر نہیں ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے 2 سال 3 ماہ 10 دن کے مختصر دور خلافت میں سلطنت اسلامیہ کو استحکام ملا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بے حد مضبوط ہاتھوں سے سلطنت اسلامیہ کے خلاف ہونے والی بغاوتوں اور سازشوں کی نہ صرف سرکوبی کی بلکہ سلطنت کی حدود میں بلادِ عراق، شام اور ایران کا اضافہ کر دیا۔ آپؓ کے مختصر دور خلافت میں اس قدر جنگیں ہوئیں جس کی مثال نہیں ملتی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنا پہلا خطبہ جو ارشاد فرمایا وہ مختصر ہونے کے باوجود جامع ترین ہے اور ہمارے آج کے ابتر حالات کا حل ہے۔

''جو قوم جہاد چھوڑ دیتی ہے اللہ اس پر ذلت مسلط کر دیتا ہے

اور جس قوم میں فحاشی پھیل جاتی ہے اللہ اس کو مصائب میں گرفتار کر دیتا ہے۔"

اولین مصحف قرآن Collection of Noble Quran

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں مسیلمہ کذاب سے جنگ یمامہ کے دوران 1260 صحابہ کرامؓ شہید ہوئے جن میں حفاظ کرام کی بہت بڑی تعداد تھی۔ حفاظ کرام کی اتنی بڑی تعداد کی شہادت کو دیکھتے ہوئے حضرت عمر فاروقؓ نے مشورہ دیا کہ قرآن پاک کو تحریری صورت میں جمع کر لینا چاہیے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس مشورے کی روشنی میں حضرت زید بن ثابتؓ کو اس کام پر مامور فرمایا جو حضور ﷺ کے مقرر کردہ کاتب وحی بھی تھے۔ انہوں نے حفاظ کرامؓ کی مدد سے حضور ﷺ کی دی ہوئی ترتیب کے مطابق پورے قرآن پاک کا مصحف (in a book form) تیار کیا جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں آپؓ کے پاس رہا، پھر حضرت عمر فاروقؓ اور ان کے بعد اُم المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس محفوظ رہا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے اسی مصحف کی مدد سے قرآن پاک کو ایک قرآت پر جمع فرمایا۔

اپنی بیماری (مرض الموت) کے آخری ایام میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے دورِ خلافت میں بیت المال سے جس قدر وظیفہ لیا تھا۔ اس کا حساب لگایا اور اپنی زمین بیچ کر اس کی واپسی کا حکم ارشاد فرمایا۔ آخری وقت یہ دعا زبان مبارک پر جاری تھی،

رَبِّ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِی بِالصّٰلِحِیْنَ

ترجمہ: اے رب تو مجھ کو مسلمان اٹھا اور صالحین کے ساتھ ملا۔

جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کا جنازہ مبارک اٹھا کر روضہ اطہر کے دروازے کے سامنے رکھا گیا اور عرض کی گئی کہ اسلام علیک یا رسول ﷺ! یہ (حضرت) ابوبکرؓ درِ اقدس پر حاضر ہیں تو دروازہ کھل گیا اور آواز آئی

ترجمہ: دوست کو دوست کے ہاں داخل کر دو۔

اس موقع پر حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شان میں ایک طویل اور جذبات سے بھرپور خطاب ارشاد فرمایا جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شخصیت کی مکمل عکاسی کرتا ہے۔

اے حضرت ابوبکر صدیقؓ اللہ تعالیٰ آپؓ پر رحم فرمائے، آپؓ رسول اللہ ﷺ کے محبوب، مونس راحت، معتمد، محرم راز اور مشیر تھے۔ اسلام پر سب سے زیادہ مہربان، رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں کے لیے سب سے زیادہ بابرکت، رفاقت میں ان سب سے بہتر، مناقب اور فضائل میں سب سے بڑھ چڑھ کر، پیش قدمیوں میں سب سے اونچے اور وسیلہ کے اعتبار سے حضور ﷺ کے سب سے زیادہ قریب اور حضور ﷺ کے سب سے زیادہ مشابہ، پس اللہ اسلام اور اپنے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے آپؓ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آپؓ کس قدر خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے صدیق کے لقب سے نوازا۔ فرمایا وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (سورۃ زمر:33)

ترجمہ: اور جو شخص سچی بات لے کر آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی وہی لوگ متقی ہیں۔

آپؓ کی حیثیت اسلام کے مضبوط قلعے کی تھی۔ کافروں کے لیے عذاب کی بارش اور آگ کا شعلہ تھے، مومنین کے لیے رحمت، انسیت اور پناہ تھے۔ آپؓ کی ہر بات اور ہر دلیل اپنے اندر خاص وزن رکھتی تھی اور آپؓ کی بصیرت و فراست درجہ کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ آپؓ پہاڑ کی طرح مضبوط تھے اور نہایت مستحکم ارادے کے مالک تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپؓ کی موت جیسا کوئی حادثہ مسلمانوں پر کبھی نازل نہیں ہوا پس اللہ آپؓ کو آپؓ کے نبی ﷺ سے ملا دے۔ اللہ آپؓ کے اجر سے آپؓ کو محروم نہ رکھے اور ہمیں آپؓ کے بعد گمراہ نہ کرے۔

قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ

علم غیب

علم غیب کی تعریف یہ ہے لا یعرف بالحواس الظاہرۃ و لا ببداھۃ العقل، اس لیے جس کو ظاہری آنکھیں دیکھ لیں یا عقل کی روشنی سے معلوم ہو سکے وہ غیب کی تعریف میں نہیں آتا۔

غیب کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ علم اس کا ذاتی ہو کسی واسطہ یا ذریعہ سے حاصل نہ کیا گیا ہو۔

تیسری خصوصیت یہ ہے کہ حادث نہ ہو اس کی ابتداء اور انتہا نہ ہو

جو علم ذاتی نہ ہو گی، کشف یا الہام کے واسطہ سے حاصل ہو یا خواب کے ذریعہ سے حاصل ہوا سے علم غیب کہنا صرف ان لوگوں کا کام ہے جو سراپا جہالت میں غرق ہیں اور جنہیں علم کی ہوا بھی نہیں لگی۔

حضرت مولانا اللہ یار خان صاحبؒ (دلائل السلوک، صفحہ نمبر 153)

عبدالباسط۔مرشدآباد

مساعی جمیلہ

الشیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کا دورۂ چکڑالہ

10 مئی 2015 بروز اتوار وہ یوم مبارک کہ جس دن اہل چکڑالہ کی دلی آرزو اور ایک عظیم خواہش کی اللہ کریم وتعالیٰ نے تکمیل فرمائی اور حضرت شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ اپنے شیخ مربی حضرت مولانا اللہ یار خان صاحبؒ کے گاؤں میں تشریف لائے اور اسی چٹی مسجد میں خطاب فرمایا جہاں حضرت جمعہ پڑھاتے تھے اور جو آج بھی حضرتؒ کے دور کی یاد اور انوارات کا منبع ہے اور حقیقت میں بھی چٹی مسجد ہے صرف نام کی نہیں اور یہ بات صاحب بصیرت حضرات جانتے پہچانتے ہیں۔ یہی مسجد ہے کہ جہاں سے حضرتؒ نے اہلسنت والجماعت کے عقیدہ کے تحفظ اور عظمت صحابہؓ کی ذمہ داری اٹھائی جو کہ دربار نبوت سے آپکو سونپی گئی تھی اور یہی چٹی مسجد ہے جہاں سے آپ نے نور نبوت کو دنیا میں بانٹا اور ایسے ایسے گوہر نایاب اور بندگان خدا اور عاشقاں رسولﷺ پیدا ہوئے کہ انکی مثال بہت کم ملتی ہے۔ اگر مثال دیکھنی ہو تو حضرتؒ کے روحانی علمی جانشین حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ کو دیکھئے کہ جنہوں نے اپنی عمر عزیز اپنے شیخ کے ساتھ وابستہ کر دی اور سفر وحضر، غم وخوشی اور علم وتعلیم میں اپنے اُستاد کا دامن تھام کر رکھا۔ اور یہی صحبت ومحبت شیخ تھی کہ حضرتؒ کو ایک ایسا خدا بندہ مل گیا جو کہ شاید صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں اور حضرتؒ کی طرح لاکھوں کروڑوں سے انکا انتخاب ہوتا ہے۔

نہ ہر گوہر دُرَّۃ التّاج شُد
نہ ہر مرسلے اہل معراج شُد
برائے سر انجام کار ثواب
یکے از ہزاراں انتخاب شُد

اور یہی محبت وعشق شیخؒ ہے کہ عمر کے اس حصے میں جبکہ صحت بھی درست نہیں، موسم بھی سخت گرم اور سالانہ اجتماع کا آغاز یہ سارے عوامل و وجوہات تھے لیکن پھر بھی امیر المکرم مدظلہ شیخ سے خصوصی اجازت لے کر چکڑالہ تشریف لائے۔ اور وہ چٹی مسجد جو پہلے بھی انوارات سے روشن تھی حضرت جی مدظلہ کی تشریف آوری سے مزید منور ہو گئی۔ اجتماع مبارک کے دن چکڑالہ کا ایک عجیب ہی سماں تھا۔ ڈندہ شاہ بلاول سے لیکر چکڑالہ تک اور بن حافظ جی سے چکڑالہ تک مہر نبوتؐ سے مزین سیکورٹی کیپ پہنے ہوئے سیکورٹی احباب پھر عاشقاں شیخ کی صبح سے تشریف آوری ہر گزرتے لمحے کے ساتھ ساتھ ایک سماں باندھتی جا رہی تھی۔ چکڑالہ کا ہر گلی کوچہ گاڑیوں سے بھر گیا خصوصاً چکڑالہ کی مغربی سائیڈ۔ اہل علاقہ انگشت بدنداں تھے کہ کیسا نورافروز پروگرام ہے کہ نہ کوئی بدنظمی نہ کوئی انتشار۔ انتظامات مکمل تھے اور تقریب کا آغاز ہو چکا تھا۔ سٹیج کی میزبانی ملک احمد نواز صاحب (دارالعرفان) کے ذمہ تھی۔ پہلے چکڑالہ کے ایک بزرگ عاشق نور محمد نے اپنے شیخ مدظلہ کی شان میں کلام پیش کیا۔ بعدازاں قاری عمران صاحب، امام دارالعرفان پہنچے تو تلاوت کلام پاک سے باقاعدہ آغاز محفل ہو گیا۔ پھر قاری صاحب نے حضرت جی مدظلہ کا آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت وعشق میں لکھا گیا کلام (نعت) پڑھا۔

تیرا حسن روشن ہے دونوں جہاں میں
تیری نعت کیسے کہاں سے کہوں میں

پروگرام کی رونق جاری تھی لیکن ہر نگاہ اور ہر دل کو حضرت شیخ المکرم مدظلہ کی آمد کی جستجو اور تڑپ تھی۔ بالآخر وہ مبارک گھڑی آپہنچی جسکا ہم نہایت

بے تابی سے انتظار کر رہے تھے میں اور کچھ احباب مرشد آباد سڑک پر کھڑے تھے کہ تقریباً 12 بجے حضرت مدظلہ کا قافلہ آ پہنچا۔ حضرت جی مدظلہ سے مصافحہ کی سعادت حاصل ہوئی اور حضرت نے ہمیں آگے نکلنے کا حکم وہدایت فرمائی۔

حضرت کے چہرہ مبارک پر ایک عجیب سی کیفیت عیاں تھی جو کہ بندہ بیان کرنے اور سمجھنے سے قاصر ہے۔ کیونکہ ہمارے لیے ہمارے شیخ مدظلہ تشریف لائے اور حضرت جی مدظلہ اپنے شیخ کی مبارک نگری تشریف لائے۔ تو ہماری اپنی کیفیت اور حضرت مدظلہ کی اپنی کیفیت حضرت کی ایک جھلک کا اثر ہم پر ایسا ہوا کہ مجھ سمیت تمام ساتھی اپنی گاڑی میں خاموش اور اشکبار تھے پتہ نہیں وہ کیا کیفیت تھی جو ہم پر طاری تھی۔

ہے زبان خاموش اور آنکھوں سے دریا رواں
اللہ ! اللہ ! عشق کی یہ بے زبانی دیکھئے

جب ہم چکڑالہ بازار کی مین گلی پہنچے تو بازار کے اختتام سے لیکر مسجد تک عاشقاں شیخ پھول لیکر کھڑے تھے۔ اتنے پھول نچھاور کیے کہ گلیوں کو بھر دیا گیا لیکن سارے پھول ہمارے شیخ کے سامنے ہیچ تھے۔

جمال انکا چھپائے گی کیا بہار چمن
گلوں سے چھپ نہ سکی جن کی بوئے پیراہن

جب حضرت جی مسجد میں داخل ہوئے تھے تو عجیب سماں تھا۔ ساتھی اپنے شیخ کو ایک نظر دیکھنے کے لیے پروانوں کی طرح تڑپ رہے تھے اور کچھ عاشقوں نے خوب نعرے لگائے۔ انکی اپنی محبت تھی جسکا اظہار وہ نعروں سے کر رہے تھے۔

حضرت جی نے ان آیات سے بیان شروع فرمایا: وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۔ القرآن۔ پھر حضرت جی نے اپنے شیخ ومرشد حضرت مولانا اللہ یار خان صاحبؒ کے ساتھ گزرے انمول لمحات کی جھلک پیش کی اور ان لمحات کی یادوں کا اثر اور محبت آپکے لب ولہجے اور آپکی چشم پرنم سے عیاں تھی۔ خصوصاً حضرت جی مدظلہ کے الفاظ جو آج بھی میرے دل و دماغ میں موجود ہیں کہ۔

اللہ کریم کا نظام ہے کار دنیا رواں دواں ہے۔ دنیا آ رہی ہے جا رہی ہے لیکن سبھی لوگ صرف آ جا نہیں رہے بلکہ کچھ اللہ کے بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جس دور سے گزرتے ہیں تو نقش دوام ثبت کرتے چلے جاتے ہیں اور انکی یادیں صدیاں چھین نہیں سکتیں۔ پھر حضرت جی مدظلہ نے اپنی عمر عزیز کے 25 برس جو اپنے شیخؒ کے ساتھ بتائے تھے انکا تذکرہ فرمایا ان الفاظ کی ادائیگی کے وقت حضرت کی اپنے شیخ کے ساتھ جو عشق اور محبت ہے یہ الفاظ اس محبت وادب سے لبریز تھے۔

آہ من پروردۂ آہِ شما
دردِ من پروردۂ دردِ شما

آقائے نامدار، رحمت اللعالمین، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت اور دنیا سے پردہ پوشی، صحابہ کرامؓ کا زمانہ، تابعین، تبع تابعین کے زمانے کی نورانی کڑیوں کو جوڑ کر تصوف وحصول فیض کو بیان فرمانے کے بعد اپنے شیخ کے حال سنت تقسیم فیض وکیفیات کی وضاحت کہ آپکے پاس جو بھی شخص نیم مردہ قلب، حرص وہوس دنیا میں ڈوبا ہوا یا کوئی بھی آتا گیا اُسکو انوارات نبوتؐ سے بھی حصہ ملا اور کیفیات قلبی بھی حاصل ہوتی گئیں اور انکی زندگیوں میں ایک انقلاب برپا ہوتا گیا حتیٰ کہ آپکی مسجد کا خادم بھی فنافی الرسولؐ جیسے مقامات پا گیا۔ بابا دوست محمد جو کہ اونٹوں کا چرواہا تھا وہ بھی عرشی منازل کے انعامات سے سرفراز تھا۔ غرض جو بھی آتا گیا سرفراز ہوتا گیا۔ محترم قارئین بلاشبہ آج بھی یہ سنت جاری ہے اور حضرت امیر المکرم مدظلہ کی خدمت میں جو بھی حاضر ہوتا ہے وہ سرفراز ہو کر ہی لوٹتا ہے۔ اور انشاء اللہ قیامت تک یہ سنت جاری رہے گی بقول حضرت جی مدظلہ

''حضرتؒ کا لگایا ہوا پودا آج ایک تناور درخت بن چکا ہے جو اپنی ٹھنڈی چھاؤں میں ایک عالم کو بسائے ہوئے ہے'' بے شک انشاء اللہ یہ سایہ بھی بڑھتا ہی جائے گا اور اس سائے کے طلبگار بھی بڑھتے جائیں گے۔ خطاب کے اختتام پر حضرت جی مدظلہ نے سلسلہ عالیہ کا طریقہ ذکر بتایا اور ہر خاص وعام حاضرین محفل کو ذکر کروایا۔ پانچ منٹ کا ذکر تھا لیکن لذت عشق الٰہی سے بھرپور تھا۔ انشاء اللہ کریم اس کو ان لوگوں کے لیے جو سلسلہ میں شامل نہیں بلکہ محفل میں شامل ہوئے تھے انکے لیے زادِراہ

آخرت بنادے گا چونکہ کشمیر تا کراچی اور کوئٹہ تا لاہور غرض کہ ملک کے کونے کونے کے ساتھی شریک تھے اور حضرت جی کی طبیعت کا مسئلہ تھا اس لیے صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان نے یہ اعلان فرمایا کہ صرف چکڑالہ والے حضرت سے مصافحہ کر سکتے ہیں۔ جو کہ اہل چکڑالہ کے لیے خصوصی مہربانی اور اعزاز تھا۔ بعدازاں حضرت جی مدظلہ نے مرشد آباد میں اپنے شیخ و مرشد حضرت مولانا اللہ یار خان صاحب کے مزار پر حاضری دی۔ کڑکتی دھوپ اور شدید گرمی میں حضرت زمین پر بیٹھے اور مراقب رہنے کے بعد دعا کی اور عمر کے اس حصے میں ادب شیخ کو ملحوظ رکھتے ہوئے بڑی مشکل سے خود زمین سے اُٹھے اور کسی کو سہارا دینے کا حکم نہیں فرمایا۔

حاضری کے بعد حضرت جی مدظلہ نے راقم الحروف ناچیز کے غریب خانہ پر تشریف لاکر ہمیں شرف خدمت بخشا اور طعام نوش فرمایا اور تقریباً گھنٹہ بھر حضرت جی مدظلہ تشریف بھی فرما رہے۔ حضرت جی کے ساتھ محترم بھائی صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان صاحب اور دیگر صاحبزادگان بھی تشریف فرما بھی رہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میری باقی زندگی ایک طرف اور حضرت مدظلہ کی خدمت کے چند لمحات ایک طرف۔ باقی ساری زندگی پر یہ لمحات محیط رہیں گے۔ کیونکہ ایک دادا کی شفقت، ایک والد جیسا پیار اور ایک شیخ کی توجہ سب یکجا ہو گیا تھا۔

میں نیںواں (نیچا) میرا مرشد اُچا تے میں اُچیاں دے سنگ لائی ہو
تے بھلا ہوئے انان اچیاں داجناں نیئو یاں نالی نبھائی ہو

پیش　ماباشی　کہ　بخت　مابود
جان　ما　از　وصل　تو　صدجاں　شود

دل تو یہی چاہتا تھا کہ حضرت جی تشریف فرما رہیں اور ہم خدمت کرتے رہیں مگر آخر رخصت کی گھڑی آپہنچی اور حضرت جی واپس روانہ ہوئے۔ جب ہم نے حضرت کو الوداع کیا تھا تو تمام ساتھیوں کے دل میں ایک ہی جذبہ اور ایک ہی کیفیت ابھر رہی تھی۔ اور یہ تھی

رفتید و لے نہ از دل ما

ہم سب اہل علاقہ اور بالخصوص سلسلہ عالیہ سے منسلک ساتھیوں کے لیے یہ اعزاز جو حضرت نے ہماری دعوت قبول فرما کر ہمیں بخشا، یہ اعزاز دنیا و مافیہا سے برتر ہے۔ اس اجتماع کے بعد جب تاثرات سنے گئے تو ہر شخص کی زبان پر مبارکباد تھی اور ہر شخص پروگرام کی نہایت تعریف کر رہا تھا اور کیا علماء مفتیاں، عوام، بچے، بوڑھے سب نہایت متاثر تھے کہ دلوں کو جھنجوڑنے والا بیان پہلی دفعہ سنا جس نے بہت سے لوگوں کو سوچنے پر مجبور کر دیا۔ اور وہ بوڑھے جنہوں نے حضرتؒ کا دور دیکھا تھا کہنے لگے آج مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ کی یاد تازہ ہوگئی اور اہل علاقہ کو پتہ چل گیا کہ حضرتؒ کے پیار کرنے والے انکے عاشق دنیا میں ہیں اور خصوصاً ملک میں کتنی کثیر تعداد میں موجود ہیں۔

اللہ کریم ہم سب کو اور خصوصاً اہل چکڑالہ کو حضرت جیؒ کے نقش قدم پر چلنے اور حضرت امیر المکرم کی خدمت میں رہ کر تزکیہ نفس اور تصفیہء قلب کی توفیق مرتے دم تک نصیب فرمائے اور ہر حال میں سلسلہ عالیہ سے وابستہ رکھے آمین ثم آمین۔

دعائے مغفرت

1۔ کوئٹہ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی اکرم شاہ صاحب
2۔ کراچی سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی مطلوب الرحمان صاحب
3۔ کراچی سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی سید عدنان حسین کی والدہ محترمہ
4۔ کوٹلی راجگان ضلع خوشاب سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی راجہ محمد اشرف
۔ فیصل آباد سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد اکرم جوڈی کے والد محترم
6۔ فیصل آباد سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد آصف شاہد کی والدہ محترمہ
7۔ فیصل آباد سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد انور کی والدہ محترمہ
8۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی بابا محمد حسن کی اہلیہ محترمہ
9۔ گوجرانوالہ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی شوکت علی

وفات پاگئے ہیں۔ دعائے مغفرت کی درخواست ہے

☆☆☆☆☆☆

کھجور Date

حکیم عبدالماجد اعوان سرگودھا

7۔ کھجور جسم میں آئیوڈین کی کمی کو ختم کرتی ہے۔

8۔ خواتین کی بعض امراض کے لیے کھجور کا استعمال انتہائی مفید ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے " میرے نزدیک ایام کی تکلیف اور شدت کے لیے پکی ہوئی کھجور سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے "

9۔ کھجور ولادت کے عمل میں بھی مدد دیتی ہے اگر بچے کی پیدائش میں دشواری ہو تو کھجور کے سات دانے گرم دودھ کے ساتھ استعمال کیے جائیں تو ولادت میں آسانی ہو جاتی ہے۔

10۔ جو مائیں دودھ کی کمی کی وجہ سے بچوں کو دودھ نہیں پلا سکتی۔ وہ روزانہ دودھ کے ساتھ کھجور کا استعمال کریں کیونکہ کھجور دودھ پیدا کرنے والے Cells کی پرورش کرتی ہے اور انہیں فعال بناتی ہے۔

11۔ نوزائیدہ بچے کے لیے کھجور بہترین گھٹی ہے جدید ریسرچ کے مطابق اگر دانت نکالتے بچوں کو اگر کھجور چوسنے کے لیے دی جائے تو وہ اسہال پیچس اور دانتوں کے درد سے محفوظ رہتے ہیں۔

12۔ جدید ریسرچ کے مطابق کھجور میں پائے جانے والے معدنی نمکیات قلب کی حرکت کو منظم رکھتے ہیں۔

13۔ دل کے سکڑنے اور پھیلنے میں کیلشیم کا بڑا دخل ہے اگر پانچ سے سات عدد کھجور کا استعمال روزانہ کیا جائے تو یہ دن بھر کے لیے جسم میں کیلشیم کی ضرورت کو پورا کر دیتے ہیں۔

14۔ اس میں موجود لحمیات ، حیاتین اور معدنی نمکیات ، دماغ اور اعصاب کو طاقت بخشتے ہیں، جسکی وجہ سے دماغی کمزوری اور نسیان (بھولنے کی بیماری) میں فائدہ ہوتا ہے۔

15۔ کھجور بلغم کو خارج کر کے کھانسی میں فائدہ پہنچاتی ہے اگر اسے باقاعدگی سے استعمال کیا جائے تو جو پھیپھڑے عام طور پر بار بار کھانسی کرنے اور نمونیا کے بعد کمزور ہو جاتے ہیں (دمہ کی وجہ سے پھیپھڑے کمزور اور انکی خشکی بڑھ جاتی ہے) ایسی صورت میں دس عدد کھجور کی گٹھلی نکال کر پیس لیں اور ایک اونس مکھن میں ملا کر نصف مقدار صبح نہار منہ اور باقی نصف چار یا پانچ بجے استعمال کریں۔ یہ پھیپھڑے کی کمزوری اور خشکی کو ختم کرتا ہے یاد رہے اسکے بعد پانی کا استعمال نہ کریں۔

16۔ کھجور میں موجود سلفر جسم میں موجود جراثیموں کو ختم کرتا ہے اور زخموں کو بھرنے میں مدد دیتا ہے۔

17۔ جدید ریسرچ کے مطابق نہار منہ اسکے استعمال سے پیٹ کے کیڑے مر جاتے ہیں۔

18۔ فاقہ اور روزہ کی وجہ سے جو کمزوری اور نقاہت جسم میں پیدا ہوتی ہے اس کے لیے کھجور انتہائی مفید ہے۔

19۔ امراض قلب میں بھی کھجور نہایت مفید ثابت ہوئی ہے خاص طور پر عجوہ کھجور اس کے لیے نہایت مفید بیان کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ روایت کرتے ہیں کہ میں بیمار ہوا میری عیادت کو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے آپ نے اپنا ہاتھ میرے کندھے کے درمیان رکھا تو آپ کے ہاتھ کی ٹھنڈک میری ساری چھاتی میں پھیل گئی پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے دل کا دورہ پڑا اسے حارث بن کلدہ کے پاس لے جاؤ جو بنو ثقیف میں مطب کرتا ہے حکیم کو چاہیے کہ وہ مدینہ کی سات عجوہ کھجور گٹھلیوں سمیت کوٹ کر اسے کھلائے۔ (جاری ہے)

قسط نمبر 4

تکبر اور عجب کے علاج کے بیان میں

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "کیمیائے سعادت" سے انتخاب

ترجمہ: مولانا فخر الدین احمد صدیقی

ہر روز دو بار اپنے ہاتھ سے اپنی ایسی چیز دھوتا ہے جس کی نہ صورت دیکھنا گوارا ہے نہ بو سونگھنا اور ہمیشہ اس کا بار بردار اور حمال رہتا ہے پھر یہ سوچے کہ اس کی پیدائش خون حیض اور نطفہ سے ہے اور پیشاب کی دوراہ گزروں سے جب گزرتا ہے تب عالم وجود میں قدم دھرتا ہے۔ حضرت طاؤس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک شخص کو خرامان دیکھا، کہا، یہ اس شخص کی چال نہیں ہے جو یہ جانتا ہو کہ میں اپنے پیٹ میں کیا بھرے ہوں اگر آدمی ایک دن اپنی شست وشونہ کرے تو سب گھوڑے اور سنڈاس اس سے پاکیزہ تر ہیں کیونکہ گھوڑوں اور سنڈاسوں میں اس سے زیادہ پلید کوئی چیز نہیں جو آدمی کے پیٹ سے نکلتی ہے۔ پھر اس کا حسن وجمال کچھ اس کے سبب سے نہیں ہے کہ فخر کرے اور اوروں کی بدصورتی کچھ ان اوروں کے سبب سے نہیں کہ ان کا عیب کرے اور اس کا جمال اعتماد کے قابل بھی نہیں ہے کیونکہ ایک بیماری سے زائل ہو جاتا ہے اور چیچک سب بیماریوں سے زیادہ اسے بدصورت کر دیتی ہے۔ غرض یہ چیزیں تکبر کے لائق نہیں ہیں اور اگر اپنی طاقت کے سبب سے آدمی تکبر کرتا ہے تو یہ جان لے کہ اگر اس کے درد ہوتا ہے تو اس سے زیادہ عاجز کوئی نہیں ہوتا۔ اگر مکھی اسے ستاتی ہے تو عاجز آتا ہے۔ اگر بھنگا اس کی ناک میں یا چیونٹی اس کے کان میں گھس جاتی ہے تو عاجز اور ہلاک ہو جاتا ہے اگر کانٹا اس کے پاؤں میں گڑ جاتا ہے تو جگہ سے ہل نہیں سکتا۔ پھر اگر بڑا قوی اور طاقت ور ہے تو بیل، گدھا، ہاتھی، اونٹ اس سے زیادہ قوی ہیں تو ایسی چیز کے سبب سے فخر کرنا کیا جس میں بیل گدھا اس سے بڑھ کر ہے اور اگر تونگری اور مال اور نوکروں غلاموں کے سبب سے تکبر کرے یا حکومت اور سرداری کی وجہ سے تو یہ سب چیزیں اس کی ذات سے باہر ہیں کیونکہ اگر مال چور لے جائیں یا حکومت سے بادشاہ معزول کر دے تو پھر کیا اس کے قبضہ میں رہے گا اور اگر مال رہے بھی تو بہتر ہے یہودی اس سے زیادہ مال و دولت رکھتے ہیں اور اگر حکومت پر منصوب رہے تو بہت سے بے عقل مثلاً ترک، کرد، اجلاف اس کی حکومت کی دہ گونہ حکومت رکھتے ہیں۔ غرضیکہ جو چیز تیری ذات سے نہ ہو وہ تیری ملک نہیں اور جو تیری ملک نہ ہو اس کے سبب سے تکبر اور فخر کرنا بالکل بے جا اور برا ہے اور ان میں سے کوئی چیز تیری ذات سے نہیں ہے اور منجملہ ان اسباب کے جس سبب سے تکبر کر سکتے ہیں ظاہراً علم اور عبادت ہے۔ اس کا علاج دشوار ہے کیونکہ یہ کمال ہے اور حق تعالیٰ کے نزدیک علم عزیز ہے اور بڑی چیز ہے اور حق تعالیٰ کی صفتوں میں سے ہے اور عالم پر بہت مشکل ہوگا کہ اپنی طرف التفات ہی نہ کرے اور یہ مشکل دو طرح سے آسان ہوتی ہے ایک تو یہ کہ جان لے علم کے سبب سے بڑی گرفت ہوگی اور عالم کا بڑا خطرہ ہے کیونکہ جاہل سے بہت کاموں میں طرح دے دی جائے گی اور عالم سے نہ دی جائے گی اور عالم کی تقصیر بہت بڑی ہوتی ہے اور جو احادیث عالم کے بارہ میں وارد ہوئی ہیں ان میں غور وتامل کرنا چاہیے کیونکہ قرآن شریف میں حق سبحانہ تعالیٰ نے اس عالم کو گدھے کے مانند فرمایا ہے جو اپنے علم کے موافق کاربند نہ ہو اس واسطے کہ گدھے کے بوجھ بھر کتابیں اٹھائے ہے۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ کَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ یعنی جانے خواہ نجانے اپنی طبیعت اور سرشت سے دستبردار نہیں ہوتا۔ کتے اور گدھے سے زیادہ اور کیا چیز خبیث ہے اور درحقیقت عالم اگر آخرت میں نجات نہ پائے گا تو سب کنکر پتھر اس سے افضل نکلیں گے، تو حیوانات کا کیا ذکر۔

بقیہ صفحہ نمبر 41 پر

the restrictions of Ihra'am carefully, over this long period

2)**Tamattau**: The second type of Hajj is Tamattu; in this a pilgrim will only wear Ihra'am for Umarah at Meeqat, then proceed to Makah, perform Umarah and open the Ilhra'am as prescribed. He will again wear the Ihra'am, for Hajj, on 8th of ZilHajj in Masjid -e-Haram; this is called Tamattu .

3)The third type is called Ifra'ad; here the pilgrim makes the intention (neeyah) for Hajj only when he starts his journey and wears Ihra'am. He must not combine Umarah with Hajj in this type.

IHRA'AM This consist of two unstitched sheets of cloth; when a pilgrim wears them with the intention of performing Umarah or Hajj he is said to be in a state of Ihra'am. However, this starts with the declaration of Talbiyah (labaike) and not merely by making intention (neeyah) of being in Ihra'am. As soon as the words of Talbiyah are uttered the state of being in Ihra'am is initiated. Men must uncover their heads before saying Talbiyah and must say it loudly while women must be in their properly covered up attire, reciting Talbiyah, in a low tone.

Restrictions in a state of Ihra'am: The following actions are prohibited:-

1)For men, to wear stitched clothing and cover their heads and for women to cover their faces.

2)To apply any fragrance to the body or clothes or to use a fragrant soap, or even to eat something aromatic or smoke aromatic tobacco.

3)To clip nails.

4)To trim or cut hair from any part of the body.

5)To hunt or assist a hunter in hunting.

6)To cut any tree or a plantation.

7)To get in an argument or quarrel with anyone.

8)To have a marital relationship with one's wife or talk with her about such intimacy, openly.

9)To kill lice.

MATTERS PROHIBITED IN HAJ:

Since Hajj and Umarah are the certified ways of demonstrating a person's faith of standing before Allah (SWT), it has a certain protocol to be observed. Allah (SWT) says that who so ever undertakes this journey must remember that he must observe these etiquettes; al-bakara197 فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ "he should neither be intimate with his wife nor engage in any evilness or pick fights during the days of Hajj". There is no room for any kind of obscenity, disobedience or discord during Hajj; a pilgrim must try his level best to avoid these follies, as this journey is a sacred honor, which can be rarely availed. Even little mistakes may tarnish the beauty of this grand worship, though same mistakes totally invalidate it; for instance if a couple in Ihra'am, indulges in intimacy, before standing in Arafat, then their Hajj becomes invalid and as a penalty they will have to offer sacrifice as well as perform Hajj, the following year.Similarly when such a huge number of people are gathered in a place and are on a tedious journey many occasions may arise when they may lose their tempers and get into arguments or fight one another. Since everyone is following a stressful routine, making stopovers and not eating, drinking or sleeping properly, can cause then to become edgy as well as make them lethargic, in worship .It is therefore, very important to avoid the above activities. This can only be done if the pilgrim does not merely see the Ka'aba but his heart is illuminated with the Grandeur of the Owner of Ka'aba. He firmly believes in his heart, that Allah (SWT) is overseeing his actions and he must avoid any disobedience to Him, merely to attain His Pleasure. This is an important and subtle reality that all goodness must be done to seek Allah's (SWT) pleasure only. People often focus on public opinion and thus invalidate their noble deeds.

Continued

which was vital for him and without which he could not have survived. This blessing is called an obligation (fardh). Obligatory worships are, therefore, not a burden that has been imposed upon a person. In fact without these obligatory worships man can only claim to be from the progeny of Adam (AS) but cannot claim to be a human being. He is no better than an animal, who can speak read or write, but when Allah SWT) grants him obligatory worships that generate within him the feelings of being connected to his Creator, of being in his Presence, that makes him human.

Hajj and Umarah There are two types of worships associated with Ka'aba; one is the Hajj pilgrimage performed in the month of Zilhajj on the prescribed dates and in a specific manner and the other is Umarah which can be performed anytime except for the five days of Hajj. Umarah involves only three rituals; to wear Ihram before or at Meeqat, to reach Makah and perform Tawaf of the Ka'aba and to perform Sa'ee (to run between Mount Saf'a and Marwa). After Sa'ee the pilgrims either shave their head (for men only) or trim their hair (for women) and get out of the restrictions of Ihra'am.

Rules of Hajj Hajj is an obligation for the believers who can afford it. A person who does not have the resources to undertake this journey is exempted from this obligation. Thus it is obligatory for a person who has the money to travel, to stay in Makah and can provide for the needs of his family, back home, during the period of his absence. If someone does not have the above stated finances, than he is exempted from performing Hajj.Quran says:albakara-197 وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی

"Take provisions for the way (journey of the Hajj) and undoubtedly the best provision is Taqwa (piety)."

If you can afford then go for Hajj and arrange for your journey, take provisions with you and the and the best of all provisions is to take a heart conscious of Allah's Omnipresence and love. Piety is the real luggage. However, those who cannot afford to go for Hajj, they must fulfill other obligations, as the goal is Allah's obedience and not merely a journey. They must not beg for money to undertake this journey, as they are not obliged to perform Hajj. Hajj is not the only obligation, but one of the obligations, so they must fulfill their duties which they can and rest assured that their reward is safe with Allah (SWT).The aim is not merely go to Makah, but it is, to obey Allah (SWT) and His Prophet (SAWS). Therefore everyone must be diligent in performing his duties and obligations .The spirit to obey Allah (SWT) must be kept alive by everyone, and with this spirit, when he discharges his obligations with honesty, Allah (SWT) grants him his rewards, wherever he maybe. The Prophet (SAWS) gave the glad tidings to those who could not afford the journey for Hajj or Umarah that 'they should sincerely offer their Friday prayers and they will be rewarded equal to a Hajj, every Friday; and if they offered Sharooq prayers they would be rewarded equal to an Umarah.(a gist of Prophet's SAWS word) Hence the aim is not to undertake a journey but to obey Allah (SWT).

Types of Hajj Hajj has been classified, in three types, on the basis of performing Umarah with Hajj or to seclude Umarah from it. The season for Hajj starts from the month of Shawal and includes ZilQada and ten days of ZilHajj .It is not permissible to wear Ihra'am for Hajj before Shawal . There are three types of Hajj: Qiraan, Tamattau and Ifra'ad.

1: **Qiraan** When the Ihra'am is worn in the month of Hajj, for both Hajj and Umarah from Meeqat (the point which cannot be crossed without Ihra'am by a pilgrim), this type of Hajj is called Qiraan. The Ihra'am can be opened only at the completion of Hajj and the pilgrim has to remain in this state of Ihra'am from the beginning to the end. Qiraan is superior in merit, provided the pilgrim observes

Hajj and Umarah (only for Allah SWT)

From Translated Speech of

Hazrat Ameer Muhammad Akram Awan MZA

The Realtity of Hajj
Ka'aba (Baitullah) is a piece of land on earth which is incessantly showered with Divine Refulgence; it is constantly blessed with these Lights and Ka'aba is always in this state of being blessed and sanctity. A pilgrim visits Ka'aba in the same demeanor as mankind will stand before Allah (SWT) on the Day of Judgment. A pilgrim assumes the same role, in this very life, and presents himself before Allah (SWT) saying LABAIK لبیک اللھم لبیک "O' Allah I am here, present before You." لبیک لاشریک لبیک "I am here before You, Who have no partners" ان الحمد والنعمة لك والملك لاشریك لك "Undoubtedly All Praise belongs to You and all bounties are given by You and to You belongs all Sovereignty in which nobody can interfere or share". This is a feeling associated with a person's thinking to the very core of his heart and in fact this is the desired state of the heart to be attained in Hajj; the feeling of standing before Allah (SWT). According to a saying of the Prophet (SAWS), a person who performs Hajj is cleansed of his sins. Obviously, when he will stand before Allah (SWT) and receive the Divine Refulgence his sins can stay no more, provided he stands before Allah (SWT) with full sincerity. An incident can be quoted here to understand this point. Many years back, a person who had gone to perform Hajj from Hindustan wrote to his elderly relative back home, to look after his affairs while he was in Makah. The elderly person, who was also a scholar of Islam, replied back, that he should not have gone for Hajj as his heart was still in Hindustan while he was physically in Makah. It would have been better, otherwise; he was physically in Hindustan but his heart was in Makah. So the point to be understood is that Hajj should give us that inner state or feelings, whereby, we feel our presence before Allah (SWT) perpetually, so much so, that even death cannot divest this quality. We may receive Divine Refulgence even in our graves and experience the presence before Allah (SWT) and also on the Day of Resurrection.

What should be the motive behind Hajj? Quran says albakara-18 وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ, "and perform Hajj and Umarah only for Allah (SWT)". The word لِـــلّٰـــهِ explains that the pilgrim must perform Hajj and Umarah only for Allah (SWT) and this can only be done when he feels His Presence from the core of his heart. If this Divine Presence is not experienced by a pilgrim during the performance of Hajj than what else can one attain from Hajj or Umarah.

Hajj is an obligation Hajj is one of the pillars of Islam, as agreed upon by the entire Ummah. It is one of the important obligations of Islam and it was ordained in the third year, after migration to Madinah, in Surah Al-Imran. It says al-imran97 وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ, "that it is Allah (SWT)'s right over people that they perform Hajj of His House". The Prophet (SAWS) has strongly condemned those people who in spite of being resourceful fail to perform Hajj. Allah (SWT) has made worships obligatory as these are the basic needs for mankind. Making something obligatory (fardh), in reality, means to bless someone with a thing

karachi as they are very difficult to obtain, so do that before, either from Lahore or Karachi. On the 12th or 13th Zilhajj will be our departure for Madinah Munawwarah, eight days in Madinah Tayyebah are enough. Therefore please make these arrangements and it should take twenty to twenty five days in all. We should be able to return within a month'.

Ch. 27

The Spread of the Silsilah Abroad

The spread of the Silsilah in foreign countries began in 1972, when an invitation reached through the Ahbab of Gilgit, to the people of Kashgar, a border province of China. Some of them also attended the annual Ijtema' in Munara, a fact mentioned in Hazrat Ji rua's letters. That same year Bangladesh came into being, and the Ahbab who were from East Pakistan, including Major Zain-ul Abideen and Pakistan Navy's Janab Muzammil Haq (Sahib-e Majaz) left for Bangladesh after paying their farewell visit to Hazrat Ji rua. Through them, the process of spreading the Grand Silsilah began in Bangladesh.

The honour for spreading the Grand Silsilah in the Arab countries fell in the laps of Sufi Muhammad Afzal Khan rua and Maulvi Fazal Husain rua, it would be more appropriate to state that this duty was specially entrusted to them. Both these gentlemen, during their stay at Madinah Munawwarah, were ordered by our Illustrious Master saws to go to Pakistan. Maulvi Fazal Husain rua received this message through Maulana Abdul Ghafoor Madni rua; and this information was given to the author by Maulvi Fazal Husain rua's son, Hafiz Abdur Rahman, whereas Sufi Muhammad Afzal Khan rua was commanded, in a dream, by the Holy Prophet saws, to proceed to Pakistan. In a cassette recording, Hazrat Ji rua narrates the event in the following words:

A Sathi from Alhasah mentioned that, 'I frequented a Turkish holy man for about eight to ten years. Finally one day I requested him to teach me Sulook. He remained silent. The next day he said, you will find an accomplished Gnostic in Pakistan, who will conduct you to take Bai'at directly on the blessed hand of the Holy Prophet saws.'

Then he told me, 'I went to reside in Madinah Munawwarah, where I met a Gnostic (mystic) who told me that if you thirst for the knowledge of Sulook go to Pakistan. There you will meet a Man of God. In the meanwhile, the Holy Prophet saws directed me in a dream, 'to go to Pakistan where you will find an accomplished Shaikh.'

He came to Karachi and commenced his search. He met spiritual heirs, religious scholars, pious men, but none of them could tell him even about the Qalb. Fed up, he came to Lahore and kept up his search. Eventually he met a Sathi in Samanabad who brought him to the Masjid and admitted him in the Halqah. Possesses very strong Mushahidat! I conducted him to the stations of the Higher Realm, granted him Ijazat (spiritual permission) and despatched him. Insha Allah, he will turn out to be a gem.'

This was Sufi Muhammad Afzal Khan rua, who belonged to Lahore but for many years was working in Alhasah with the famous Saudi Arabian company Aramco. He had met a Turkish Shaikh of the Qadiriyah Order and remained under his tutelage for about ten years. He completed his exoteric education and received a Khilafat (Robe of Succession), but when he requested to be taught Sulook, the Shaikh told him to go to Pakistan. The same message was relayed to him in Madinah Munawwarah by another holy man but when he was directed in a dream by the Holy Prophet saws to go to Pakistan then there remained no reason for any further delay. He took a year's leave and came to Pakistan. Here a prolonged search for a Shaikh commenced but when every effort failed, Allah swt guided him to the Ahbab of the Silsilah.

After recounting his experiences in a letter to Hazrat Ji rua, he asked permission to appear in person. Hazrat Ji rua instructed him to go to Chakwal and perform Zikr with the Sathis for a week. As per instruction, he made effort for a week and then presented himself before Hazrat Ji rua in Chakrala and not only did he get the blessing of taking Roohani Bai'at on the holy Hand of the Exalted Master saws, but Hazrat Ji rua also took him on to the stations of the Higher Realm.

Sufi Muhammad Afzal Khan rua had spent more or less a decade in preparing his spiritual ground , and in Hazrat Ji rua's words, 'This person was like a piece of dry wood when he came to me and only needed to be touched with a lighted match-stick.' Despite this, he could not withstand the spiritual progress and the intense Tawajjuh of Hazrat Ji rua, and descended into a coma like state.

Continued

Two Senior Most Companions-rau, and came out. Towards the direction of the blessed feet, contiguous with the window of the outer wall, there used to be a small orchard. Hazrat Ji rua, along with the Ahbab went and sat down there facing the Qiblah, and after performing Zikr, presented the first three Sathis at the Court of the Holy Prophet saws, their Bai'at was renewed and they were amply rewarded. These three Sathis were Hazrat Ameer ul Mukarram mza, Hafiz Abdur Razz?q rua and Maulvi Sulaiman. Hazrat Ji rua's rank was elevated and at the same occasion Hazrat Ameer ul Mukarram mza, along with a promotion in rank was also spiritually granted a special certificate. After these Ahbab, the Bai'at of the remaining Ahbab was renewed and through the Grace of the Holy Prophet saws they were richly awarded beyond their imagination. This was a confirmation of Hazrat Ji rua's statement during the Munara Ijtema, regarding the conferring of awards. At this occasion certain other Sathis were also awarded, although they were not accompanying Hazrat Ji rua. He rua wrote to them from Madinah Tayyebah. To one Sathi he wrote:

My dear,

Assal?m-o alaikum wa Rahmat Allah wa Barakatohu,

Today, you have been bestowed two awards from the Court of the Holy Prophet saws. The Holy Prophet saws commanded, 'Convey my Sal?ms to him and give him the good tidings that we are pleased with him'. My felicitations to you on receiving these awards.

When the whole Jama'at made Bai'at in absentia, fifteen persons were chosen by the Holy Prophet saws himself, and out of these, four were called forward and garlands of flowers were placed around their necks.

Allah Yar Khan.

Madinah Tayyebah. 16/1/74.

The 12th of January fell on a Saturday. It was the noble habit of the Holy Prophet saws to pay a visit to Quba on that day. A program was made to visit Quba in following this Sunnah. First they went to the Jannat-ul Baqi'i graveyard and presented their Sal?ms to the family members of the Holy Prophet saws and the Sahabah Kar?m rau resting there in peace, and requested their prayers. They [illegible]ained for not having been visited the previous [illegible], as that too was a Sunnah of the Holy Prophet saws, that had been missed. On reaching Quba they offered Nawafil first in the Masjid-e Shams and then in the Masjid-e Quba. Nearby, they also saw the platform, where the children of Bani Najj?r had welcomed the Holy Prophet saws with these verses:

We owe thanks, for thru' the Pass of Wida
The Full Moon has risen in incandescent glimmer.
So till the last one remains to call to Allah
Our hearts with thanks will continue to brim-mer.

They returned and offered the Zohr Salah in the Masjid-e Nabvi saws. On Sunday evening it rained heavily and continued till the next morning. Hazrat Ameer ul Mukarram mza reached the Masjid-e Nabvi saws and stood under the water spout near the B?b-e Jibr?l. The sprinkle over the Gumbad-e Khizra (The Green Dome) was also flowing through the same water spout. He mza drenched himself thoroughly in it and also brought back some of the rain water. During childhood after drinking milk following a meal of an imported species of fish, he had developed a skin allergy, which despite prolonged treatment, did not abate. By soaking himself in this blessed water, the ailment completely disappeared.

It was their daily routine in Madinah Munawwarah that after presenting themselves in the Holy Presence saws and offering their Sal?ms, they would sit in the garden outside the Masjid-e Nabvi saws in the direction of the blessed feet, and have an extended Zikr session after the Maghrib Salah. The congregational Zikr session would be repeated again at their lodgings and once again at the time of Tahajjad. During this time they also went and paid their respects at the Maz?r of Hazrat Ameer Hamzah rau and also visited the Battlefield of Ghazwah-e Uhud. Some Sathis also visited the Cave where the Holy Prophet saws took rest when he saws was injured.

When their stay at Madinah Munawwarah came to end, after the Asr Salah they requested permission from the Holy Prophet saws, to leave, and left for Jeddah by coach. Although they had confirmed airline seats, they still had to stop over for a further two days. After Nairobi Airlines and PIA exchanged some seats, Hazrat Ji rua, accompanied by Malik Khuda Bakhsh, took the first flight from Jeddah for Karachi, while the rest of the Ahbab along with Hazrat Ameer ul Mukarram mza had to stay back for a few days in Jeddah.

Hayat-e-Javidan

A Life Eternal (Translation)

O Allah-swt bestow this Favour Another Time!

Chapeter 26

For the last Hajj, the ballot failed to pull out their names, and this time without going through the formality of the ballot, airline tickets were procured for Jeddah directly from Nairobi Airlines who also obtained their visas for Saudi Arabia. As usual Hazrat Ji rua travelled with the Ahbab from Lahore to Karachi on the Awami Express. In this fortunate group of fifteen Ahbab there were also two ladies. After a brief stop at Karachi they departed for Jeddah and as per their itinerary arrived at Makkah Mukarramah and performed the Umrah. The house that they rented was in the locality of Jiyad. Strangely enough, that night was spent in a state of tossing and agitation, although everyone was tired from the day's travel. Early next morning Hazrat Ameer ul Mukarram mza disclosed his experience. Hazrat Ji rua apprised them:

'This house is built on the spot where Abu Jahal tortured the family of Yasir rau. mercilessly, and the effects are present till today'. ????

The 1st of January 1974 was the Yaum-ul Tarwiyah, that is the 8th of Zilhajj. The rites of the Hajj commenced with donning the Ihram. Taking advantage of the permission allowed in the Shari'ah, S'aee was also performed after the Taw?f, so that later, if due to the crowds and tiredness, performing S'aee proved difficult, then they would content themselves with the Taw?f-e Ziarat. After the Taw?f and S'aee they left for Mina on foot, and by Zohr time when they neared Masjid-e Khaif, a Sathi was dispatched to find their Mo'allim and their tent. He returned a little later and guided them to their lodging, but due to their numbers the Ahbab had to be lodged in two tents.

The next day they left by coach for the Stay at Arafat. As the entire arrangements here were the responsibility of the Mo'allim, they lodged with him in his tent and accepted his customary hospitality. After lunch, Hazrat Ji rua led them in the Zohr Salah. Here he also explained that, if the Salah is offered in the Masjid-e Namrah behind the Imam, then the Zohr and Asr Salah should be combined, but if not, then both should be offered at their respective times. After the Asr Salah they began Zikr and meditation which culminated just before Maghrib in a collective D'ua with Hazrat Ji rua.

From the Plain of Arafat they returned to Muzdalifah in a taxi, and according to rites, delayed the Maghrib Salah and offered it together with the Isha. The night was spent in Zikr, meditation and prayers under the open sky, and in the morning they collected their pebbles for Rami and reached Mina. After the Rami (stoning) and Qurbani (sacrifice), they got their heads shaved and took off their Ihram which completed their rites of Hajj. The next day they stoned the three pillars, returned to the Holy House and did the Taw?f-e Ziyarat and returned to Mina. On the third day, Thursday, they did the final Rami and departed for Makkah Mukarramah, after the Zohr Salah.

After spending four days in Makkah Mukarramah they performed the Taw?f-e Wida'a at night and on 10th January after the Fajr Salah departed for Madinah Munawwarah in a fifteen-seater taxi. They stopped for lunch at Badr and after paying their respects to the Shuh?da (pl. of Shaheed, Martyrs of Islam) of Badr, continued their journey. On reaching Madinah Tayyebah after offering the Asr Salah at Masjid-e Ali, they went looking for a house to rent. This was easily achieved and they soon found a satisfactory place in accordance with their wishes.

The 11th January1974 was the best day (Friday), and their program entailed going early morning and paying their respects at the Court of the Holy Prophet saws. Hazrat Ji rua instructed the Ahbab to dress in white, which was the preferred colour of the Holy Prophet saws, and to perfume themselves. In the company of Hazrat Ji rua, the Ahbab entered the Masjid-e Nabvi saws through the B?b-us Sal?m, and offered their Sal?m in front of the Holy Rauza-e At-harsaws, standing in the Holy Presence-saws with their hands folded respectfully. Then they offered their Sal?ms to the

MONTHLY

Al-Murshid

اللہ
رسول
محمد

September 2015

Ziqad / ZilHajj 1436H

When Allah's Prophet (SAWS) says something, His noble words are laden with such feelings that reform the believers.

Al.Sheikh Ameer Muhammad Akram Awan(MZA)

Page No. 11

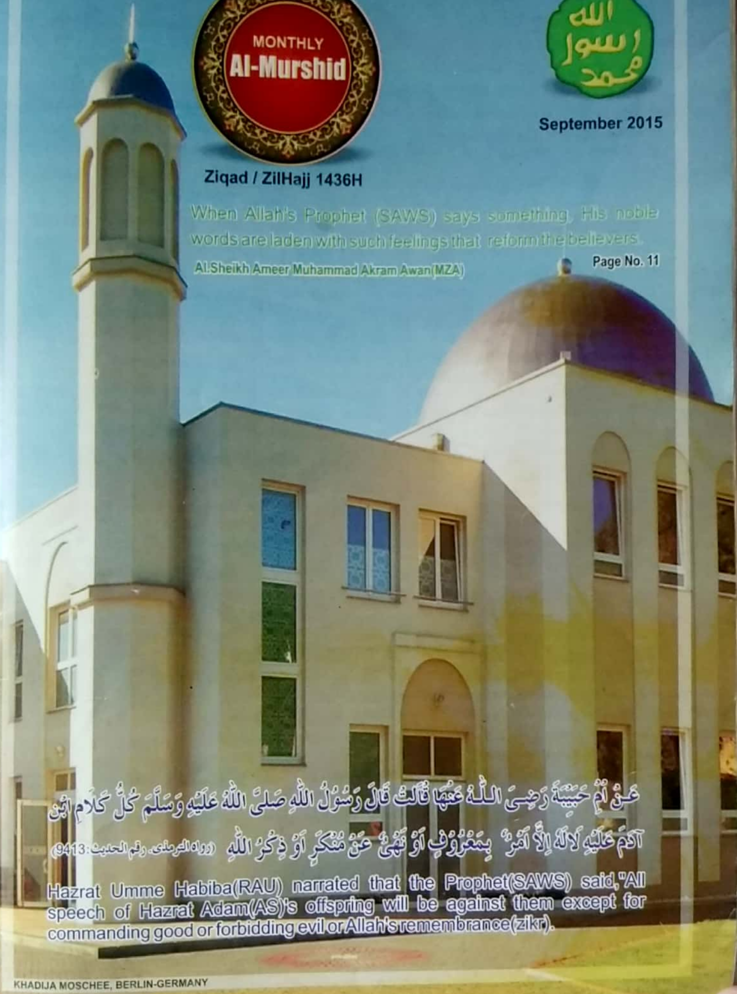

عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ كَلَامِ ابْنِ
آدَمَ عَلَيْهِ لَا لَهُ اِلَّا اَمْرٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نَهْىٌ عَنْ مُنْكَرٍ اَوْ ذِكْرُ اللّٰهِ (رواه الترمذى. رقم الحديث: 9413)

Hazrat Umme Habiba(RAU) narrated that the Prophet(SAWS) said,"All speech of Hazrat Adam(AS)'s offspring will be against them except for commanding good or forbidding evil or Allah's remembrance(zikr).

KHADIJA MOSCHEE, BERLIN-GERMANY

MONTHLY AL-MURSHID PS/CPL # 15
17-AWASIA SOCIETY COLLEGE ROAD, TOWNSHIP LAHORE

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کرسکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کرسکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کرسکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کرسکتے ہیں۔ 03235205255